

تتم الامساك

سیٹھ نذرا کیل سے مسلمان پاکستان

مطالیه

[illegible]

لماذا

[illegible]

SHAMS-UL-ISLAM, BHERA (Pakistan)

بہتمام ایم غلام حسین - ایڈیٹر - پرنٹر - پبلشر

ٹنا ٹی بقی پریس سرگودھا سے چھپکر بیہڑا (پاکستان) سے شائع ہوا

فآہاتہ آہاتہ آہا

آہ! یہ خبر نہایت دردناک پُر قلم کی جاتی ہے کہ حضرت صاحبزادہ محمد مقبول الرسول صاحب سجادہ نشین لہند شریف ۱۲ رجب الثانی مطابق ۱۳ فروری ۱۳۹۹ بروز اتوار میوہسپتال لاہور میں داعی اجل کو لبیک کہہ کر واصل الی اللہ ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت صاحبزادہ صاحب مرحوم لہند شریف میں قیام فرماتے تھے کہ طبیعت علیل ہو گئی۔ گھر پر ہی یونانی علاج ہوتا رہا۔ مگر کوئی دوا کارگر ثابت نہ ہوئی۔ تو مجبوراً آپ کے برادر اصغر محترم حضرت صاحبزادہ محمد محبوب الرسول صاحب بزم علاج لاہور لے گئے۔ اور میوہسپتال میں داخل کر لیا گیا۔ علاج میں کوتاہی نہ ہونے دی۔ مگر مشیت الہی کو صحت منظور نہ تھی۔ کہ آپ کا ہسپتال میں بروز ایت دار انتقال ہو گیا۔ آپ کو بذریعہ ٹرین لہند شریف لایا گیا۔

پیر کے روز آپ کو اپنے آبا و اجداد کے پاس دفن کیا گیا

سجادہ نشین صاحب مرحوم عابد شب زندہ دار ہونے کے علاوہ خوش مزاج و سلیم الطبع تھے۔

خداوند قدوس آپ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عنایت فرمائے۔ خصوصاً حضرت صاحبزادہ محمد محبوب الرسول صاحب اور صاحبزادہ مطلوب الرسول صاحب کی صبر سے استعانت فرمائے۔

آمین بانی الامین

(ادارہ)

SHAMSI-UL-ISLAM

۷۸۶

ماہنامہ

شمس الاسلام

سالانہ چنیدہ

عوام سے ...
معاونین سے ...
طلبہ سے ...

ہر ماہ کی گیارہ
تاریخ کو شائع
ہوتا ہے

جلد ۱

بھیرہ مغربی پنجاب - بابت ماہ جمادی الاول ۱۳۶۸ھ مطابق ماہ مارچ ۱۹۴۹ء نمبر ۳

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان مضمون	صاحب مضمون	نمبر صفحہ
۱	تاریخ وفات	ادارہ	۲
۲	فہرست مضامین	"	۳
۳	نہیم انصار	"	۴
۴	شذرات	"	۵
۵	اسلامی جہودیت	محترم صاحبزادہ عبدالرسول صاحب الہی طالب علم فی۔ اے۔ یو۔ گورنمنٹ کالج سرگودھا	۱۵
۶	انقلابی مصلح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم	مولانا محمد امین صاحب جھنگوی	۲۰
۷	اصول دستور اسلامی	محترم علامہ محمد اسد صاحب لاہور	۲۷
۸	حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز اور شعراء زمانہ	ادارہ	۳۴
۹	رسول اکرم رحمۃ اللعالمین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت - تکمیل - ہدایت و ختم رسالت	محترم مولانا افتخار احمد صاحب گجڑی	۳۸

بزم انصار۔ و۔ کارکردگی حزب الانصار

جلسہ سالانہ : حزب الانصار کا اسیوں سالانہ جلسہ بتاریخ ۱۱-۱۲-۱۳ مارچ ۱۹۴۹ء بروز جمعہ
مبعتہ۔ آیت وار بمقام جامع مسجد میجرہ (انشاء اللہ العزیز) منعقد ہوگا۔ اس موقع پر ملک بھر کے
نامور علمائے کرام و مشائخ عظام و رہنمایان ملت کا شاندار اجتماع قابل دید ہوتا ہے۔

مندرجہ ذیل علمائے کرام حضرات نے اپنی تشریف

کو دعوت دی گئی ہے۔ اور مندرجہ ذیل
آدری کے پختہ وعدے دیئے ہیں۔

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری
واعظ خوش بیان مولانا قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی
صاحبزادہ محبوب الرسول صاحب سجادہ نشین کوٹ مومین
حضرت مولانا محمد صغیر صاحب سجادہ نشین کوٹ مومین
حضرت مولانا محمد صغیر علی احمد خان صاحب قیوم چابوت اسلامی
مولانا عبدالرحیم صاحب شرف لائل پور مولانا غلام غوث صاحب
مولانا محمد شفیع صاحب مولانا عبدالرحمن صاحب
مولانا محمد امیر الدین صاحب مولانا عبدالرحمن شاہ صاحب لاہور
مولانا محمد امجد صاحب مولانا عبدالرحمن صاحب
مولانا عبدالعلیم صاحب قاضی مولانا عبدالرحمن صاحب
سابق جنرل سکریٹری مولانا فضل الہی صاحب مولانا حبیب الرحمن صاحب
میرنوی مولانا فضل الہی صاحب مولانا سید ساجد الدین صاحب کراچی
مولانا محمد امین صاحب مولانا عبدالرحمن صاحب لاہور
مولانا غلام الدین صاحب مولانا لال حسین صاحب اختر

قارئین السلام

یہ ضلع سرگودھا۔ جہلم۔ گجرات۔ میانوالی۔ جہنگ۔ لائل پور۔ کیں پور سے درخواست ہے
کہ اپنے اپنے شہر۔ قصبہ میں جلسہ کی مشہری کر اگر خوشنودی الہی حاصل کریں۔
باہر سے تشریف لانے والے حضرات کے قیام و طعام کا بندوبست حزب الانصار کی طرف سے
لامعاوضہ ہوگا۔

شذرات

(ادارہ)

ٹرکی اور فروغ مذہب

رائیٹر کے حوالہ سے اخبار زمیندار مورخہ ۳۱ جنوری میں علی عنوان کے ساتھ ٹرکی کے متعلق یہ خبر شائع ہوئی ہے۔

استنبول - ۲۹ جنوری۔ ٹرکی میں مذہبی احساس کا جذبہ ترقی پکڑ رہا ہے۔ قیام جمہوریہ کے بعد سے یہ جذبہ کمزور ہو رہا ہے۔ لیکن اب ٹرکی میں مذہب کو فروغ ہونے لگا ہے۔ عوام محسوس کرنے لگے ہیں کہ ان کی نجات اسلامی تعلیمات اور اصولوں پر عمل کرنے میں ہے۔ موجودہ ترکی حکومت نے حال ہی میں جو فیصلے کئے ہیں، ان سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حکومت کو عوام کے مذہبی جذبات کا پورا احترام ہے۔ اور مذہب کو فروغ دینے کا تہیہ کر چکی ہے۔

حکومت کا پہلا فیصلہ یہ ہے۔ کہ ابتدائی سکولوں میں اسلامی تعلیم از سر نو زور شور سے شروع کی جائے۔ قیام جمہوریت کے بعد سے سکولوں میں مذہبی تعلیم کی سخت مخالفت کر دی گئی تھی۔ اب لوگ اپنے بچوں کو جوق درجوق سکولوں میں مذہبی تعلیم کے حصول کے لئے بھیجیں گے۔ حکومت کے اس اقدام کا یہ مطلب لیا جا رہا ہے۔ کہ حکومت ملک میں قدیم اسلامی روایات کو زندہ کرنے کی تمنا کر رہی ہے۔

حکومت کا دوسرا اقدام یہ ہے۔ کہ ملک کے تمام بڑے بڑے شہروں میں حکومت کے خرچ پر آئمہ مساجد اور خطباء کی تعلیم و تربیت کے لئے خاص سکول قائم کئے جائیں گے۔ یہ آئمہ اور خطیب حصول تربیت کے بعد قرآن کریم اور حدیث پاک کی تعلیمات سے عوام کو آگاہ کریں گے۔ اور وقتاً فوقتاً اسلامی تعلیمات و احکام پر لیکچر دیں گے۔

حکومت کے نئے اقدامات کے نتیجے میں اب ٹرکی میں علماء کو پھر سے بڑی اہمیت حاصل ہو چکی ہے۔ کمال پاشا کی وزارت نے ۱۹۲۲ء میں ان علماء کو بیکاروں کی جماعت قرار دیا تھا۔ اور اس طرح ان کی اہمیت اور وقار کو ختم کر دیا۔

حکومت کا تیسرا اقدام یہ ہے۔ کہ اعلیٰ پایہ کے علماء کی تربیت کے لئے ایک بڑا دارالعلوم قائم کیا جائے گا۔

ترکی قوم نے مصطفیٰ کمال کی قیادت میں مذہب سے بنیاری اور یورپ کی نقالی اختیار کر کے جس غلطی اور شدید جرم کا ارتکاب کیا تھا۔ شکر ہے کہ اب خود اس کو اپنی غلطیوں کا احساس ہونے لگا ہے۔ انہوں نے یہ غلط اُمیدیں باندھ کر مذہب کو خیر باد کہا تھا۔ کہ لادینی ہی سے کوئی ترقی حاصل ہو سکتی ہے۔ اور مسلمان رہتے ہوئے ہم پر ترقی کی شاہراہیں بند ہونگی۔ حالانکہ ایسا سمجھنا غلط تھا۔ متعدد تجربات اور کافی زمانہ تک ٹھوکرین کھانے کے بعد آہستہ آہستہ یورپ کی تقلید کا وہ خمار اُتر رہا ہے۔ اور ترکوں کی آنکھیں کھلنے لگی ہیں کچھ عرصہ سے انہوں نے بھی یہ محسوس کیا ہے کہ مذہب کے بغیر ہماری نجات نہیں ہو سکتی۔ اور بتوں کے انہیں تنگ کرنے کے لیے انہیں خدا یاد آنے لگا ہے۔ ایں ہم غنیمت امت۔ وہ لوگ جو پاکستان میں مطالبہ نظامِ اسلامی کو یہ جواب دیکر ڈال رہے ہیں کہ ترکوں نے کہاں اپنے ملک میں اسلامی حکومت قائم کی ہے۔ وہ اُن کے ان تازہ اقدامات اور تلخ تجربات کے بعد رویہ بدلنے کی خبروں کو سن کر کچھ عبرت حاصل کریں۔ نادانوں کی طرح خرابی بسپار کے بعد آخر کار جھک مار کر جو کچھ کرنا ہے۔ داناؤں کی طرح ابھی سے وہ کام کر لینا چاہیئے۔ عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم دنیا کے دوسرے ممالک کے احوال سے عبرت پذیر ہو کر سوچیں کہ انسانی نظامِ زندگی نے کہیں بھی کسی ملک کو امن و چین اور سکون خاطر کی زندگی نصیب نہیں کی ہے۔ تو پاکستان میں ایک نیا تجربہ کر کے ہم اپنے آپ کو کیوں خطرات دہالک کا تختہ مشق بنائیں۔ بہتر یہ ہے کہ خدائی نظام کو بہ دل و جان قبول کر کے عزت و اطمینان کا سامان کریں دنیا کو یہ نمونہ غلام دکھائیں کہ اس زمانہ میں بھی احکامِ خدا و رسول کی اطاعت کر کے الکی السی کامیاب ریاست قائم ہو سکتی ہے۔ جو ہر طرح کے محاسن و کمالات کی جامع اور امن و اطمینان کا گہوارہ ہو۔

خطرہ کی سُرخ جھنڈیاں

مارکس کا نظریہ حیات اور روس کا نظامِ حیات اگرچہ حقیقت کے اعتبار سے انسانیت کیلئے انتہائی تباہ کن اور روحانیت

کے لئے ذہرِ قاتل ہے۔ لیکن چونکہ اُن کا دل فریب لغو مزدوروں، کاشتکاروں اور زیر دستوں کی حمایت ہے۔ اور دعویٰ یہ ہے کہ ہماری ساری جدوجہد صرف اس لئے ہے کہ بھوکوں کو روٹی اور ننگوں کو کپڑا ملے۔ اور یہ مصلحتی اور پُچھ خستہ ہو جائے جس کی وجہ سے ایک طرف تو سرمایہ داروں اور حبابگیر داروں کے کتے بھی کھن کھاتے دودھ پیٹے اور منحل پینتے ہیں۔ اور دوسری طرف غریب انسانوں کو بھی پیٹ بے پیٹ کے لئے بھوکا سوکھی روٹی اور بدن ڈھانپنے کے لئے کوئی تارہی نصیب نہیں۔ اس لغو کے پس منظر میں مادی نظریات پر مبنی جو خود غرضانہ اور مستبدانہ

خواہشہٹ کام کر رہی ہیں۔ ہم اس موقع پر اُن کی تشریح و تفصیل ذکر نہیں کرتے۔ ہاں البتہ اشارہ اتنا ضرور کہہ دیتے ہیں۔ کہ یہ بھی چند مخصوص قسم کے سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کی ایک شیطانی چال ہے۔ یہ بھی غریبوں، مزدوروں کی سادگی اور احتیاج سے فائدہ اٹھا کر اُس مقام تک خود پہنچنا چاہتے ہیں۔ جس ظالمانہ مقام پر آج دوسروں کے کے ممکن ہونے کا وہ ذکر کر رہے ہیں۔ بہر حال اس لغوہ کی حقیقت جو بھی کچھ ہو۔ لیکن چونکہ سرمایہ داروں۔ جاگیرداروں، بڑے بڑے زمینداروں۔ اور کارخانہ داروں کے انتہائی مظالم اور مہاشی لوٹ کھسوٹ اور زبردست آزادی سے ہر جگہ عام لوگ تباہ و برباد اور خستہ حال ہو رہے ہیں۔ اس لئے ان لغوہ لگانے والوں کو وہ بلا سوچے سمجھے اپنا نجات دہندہ تصور کر لیتے ہیں۔ اور وہ بھی ہر حیلہ و تدبیر سے کام لیکر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ اس ملک میں ہم ہی تھارے لئے خستہ رحمت بن کر آئے ہیں۔ اگر روس کے نظام کو اس ملک میں جاری کرنے کی سعی و جدوجہد کر کے موجودہ نظام کو مدہم برہم کر دو گے۔ تو آخرت کے اُدھار جنت اور اس کی نعمتوں کی بجائے اسی دُنیا میں ایسی نقتہ رحمت ملے گی۔ کہ جہاں تم کو ہر طرح سے آرام حاصل ہوگا۔ اور پھر اس سلسلہ میں سوویت روس کے متعلق بالکل خلاف واقع افسانے سنائے جاتے ہیں۔ جن کو سن کر مزدوروں، فاقہ مستوں اور سرمایہ دارانہ اور خود غرضانہ نظام حکومت کے تائے ہوئے غریبوں کے دل خوشی سے اُچھلنے لگتے ہیں۔ اور ان گمراہ کرنے والوں کی قیادت کو تسلیم کر کے ملک میں ہر قسم کی بد نظمی اور انفرادی تفری پھیلانے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ مشرقی یورپ کے ملکوں میں یہ سلسلہ کافی مدت سے جاری ہے۔ اور اس طرح بہت سے ممالک غریب روس کے چنچہ استبداد میں آکر روٹی ٹینے کی اُمید پر تباہ و برباد ہوئے ہیں۔ اور اب ایشیائی ممالک میں بھی ادھر ادھر اس گروہ نے پھیلنا شروع کر دیا ہے۔ اور ماضی قریب میں۔ چین، ملایا۔ برما میں ان لوگوں کو جو کامیابی حاصل ہوتی رہی ہے۔ اس سے اُن کے حوصلے بڑھ گئے ہیں۔ اور وہ مزید پاؤں پھیلانا چاہتے ہیں۔ اور آج کل اُن کے لئے فضاء اس قدر سازگار بھی ہے کہ غلط نظام زندگی۔ اور سرمایہ دارانہ مظالم کی وجہ سے ہر ملک کے عوام بُری طرح پامال ہو کر انتہائی ذلت و پستی کے دن گزار رہے ہیں۔ عوام جو کبھی ملک کی اصل طاقت ہوتے ہیں۔ ہر جگہ موجودہ نظام سے بغاوت پر خود بخود مجبور ہو رہے ہیں۔ ہر جگہ عوامی بغاوت کے بارود خانے، معمولی سی دیاسلائی کے انتظاریں بھکے سے اُڑ جانے اور اشتعال فاشنیوں کے لئے بالکل تیار ہیں۔ ان حالات میں ان کمیونسٹوں کا معمولی اشارہ بھی ان کو کامیاب کر دیتا ہے۔ کسی ملک کے لوگ خود نہ کمیونسٹ ہوتے ہیں۔ نہ مارکس و لینن

کے نظریہ سے واقف نہ اُن کے معتقد و پیرو، لیکن ان ہی وجوہات کی بنیاد پر وہ آبائی اُن لوگوں کا ساتھ دے کر وہ سب کچھ کرنے لگ جاتے ہیں۔ جو کمیونسٹوں کا مخصوص پروگرام ہوتا ہے۔ چین میں بالکل یہی صورت پیش آئی۔ ملایا۔ برما۔ وغیرہ مشرقی اسیہ کے ممالک میں یہی صورت حال پیش ہے۔ سرخ سیلاب کی یہ لہریں اب مشرقی بنگال اور ہندوستان کی مشرقی سرحدوں تک پہنچ چکی اور آگ و خون کا جو کھیل چین میں کھیلایا گیا ہے۔ اور ملک کے اندر ہی سے بغاوت پھوٹ کر جس طرح وہاں کی قومی حکومت کو تہ و بالا کیا گیا ہے۔ یہی خطرات اب ہندوستان و پاکستان کو بھی کیساں پیش ہیں۔ مغربی پاکستان یہاں کے مخصوص حالات اور بعض وجوہات کی بنیاد پر اگرچہ خطرہ اسی قدر شدید نہیں جس قدر مشرقی پاکستان میں ہے۔ لیکن فی الجملہ اطمینان یہاں بھی نہیں کیا جاسکتا۔ جب ہم یہ دیکھیں کہ غلامت و گندگی کے انبار موجود ہوں۔ اور صفائی کا انتظام نہ کیا جاتا ہو۔ تو اگر آپ پیریا کے مچھیرے یا مہینہ و طاعون کے جزائیم نہ بھی ہو تو زہر دیا ہو۔ ویران گندی فضاء میں زہریلے مچھروں اور پیگ کے چوہوں کا پیدا ہو کر لوگوں کو سہا و برباد کرنا لازمی ہے۔ بس یہی صورت حال یہاں کی ہے۔ لاکھوں لوگوں کی لیے نرسرمانی و ناقہ سستی خستہ حالی و پریشانی کے ساتھ چند گنے چنے لوگوں کی بے لگام سرمایہ داری، عیاشی و مستی، ظالمانہ و خود غرضانہ کارروائیاں یہ وہ خوفناک گندگی اور غلامت ہے جس کے اندر ہی خود بخود کمیونزم کے زہریلے مچھیرے اور پیگ کے چوہے پیدا ہو کر ممالک امراض کا باعث بن جاتے ہیں۔ مشرقی بنگال کے متعلق پاکستان کے سفیر متعین بیرلنے اس ستم کے خطرہ سے آگاہ کیا۔ اور اسی خطرہ کے احساس کی بنیاد پر اکابر پاکستان نے اس کی پیش بندی کی کچھ کوششیں بھی شروع کر دیں۔ مبصرین کا خیال ہے کہ گورنر جنرل، خواجہ ناظم الدین صاحب، مولانا عثمانی اور پیر صاحب مانکی شریف اور دوسرے علمائے کرام کی جماعت کو ساتھ لے کر مشرقی بنگال کے دورہ پر تشریف لیجانا اس غرض کے لئے تھا کہ پند و نصیحت اور گفت و گو اور موعظے سے سرخ فتنہ کے اُن دردناکوں پر قفل چڑھایا جائے۔ جن دردناکوں سے یہ کمیونسٹ سرخ جھنڈیاں دکھا کر برما کی طرف سے مشرقی پاکستان میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے اپنے دورہ کے ایام میں اس ستم کی تقریریں بھی کیں۔ اور واپس ہوتے وقت ڈھاکہ میں خصوصیت کیا تو اس موضوع پر ارشاد فرمایا۔ مولانا عثمانی اور پیر صاحب نے بھی نظام اسلامی کی تعریف و توصیف نہ کرنا لوگوں کو کسی اور نظام سے بچنے کا مشورہ دیا۔ اس سلسلہ میں مسٹر فضل الرحمن صاحب وزیر

تعلیم پاکستان کی وہ تقریر بھی خصوصی طور سے قابل توجہ ہے۔ جو انہوں نے ۷ فروری کو قومی بورڈ کے سامنے پیش اور میں سہ ماہی۔ ہمارے وزیر تعلیم نے فرمایا۔

”سب سے اہم واقعہ یہ ہے کہ کمپیوٹر دنیا کے مختلف حصوں میں سہ ماہی کے تاجدار ہے۔ اور یہ روشن خطرناک حقائق بڑھتی جا رہی ہے۔ پاکستان اب تک بے لگام سرمایہ داری یا کمپیوٹر کی لہنتوں سے پاک ہے۔ تاہم وہ ان دونوں نظاموں کی کشمکش کا خاموش تماشا بن رہی ہیں۔ اگر یہ کشمکش بند نہ ہوئی۔ تو انسانیت تنہا ہی کے غار میں جا پڑے گی۔ چین، اٹلیا، برما کے حالات کو نظر انداز کر دینا اپنے لئے خطرہ مول لینا ہے۔ اگر ہم دنیا کے آگے ایسا نظریہ حیات پیش نہ کر سکے۔ جو کمپیوٹر اور سرمایہ داری دونوں کا موثر جواب دے سکے۔ تو پھر ہم ان کے مہلک اثرات سے بچ سکیں گے۔ میرا ایمان لاسخ ہے۔ کہ جس نظریہ حیات کے ہم متلاشی ہیں۔ وہ اسلام ہے۔

راحسان - ۹ فروری ۱۹۷۹ء

چند دنوں سے اس قسم کی سرگرمیاں تیز ہونے لگی ہیں۔ اکابر پاکستان تقریباً ہر جلسہ اور ہر بیان میں یہ ظاہر کرنے لگے ہیں۔ کہ تمام سرمایوں کی اصلاح اسلام اور اسلام کے اصولوں سے ہو سکتی ہے۔ ہمارے وزیر اعظم لیبر کانفرنس میں مزدوروں کے سامنے اسلامی اصول کا نام لیکر مزدوروں کی حمایت کے جذبہ کا اظہار کر رہے ہیں۔ الغرض سب حدود پر خطرے کی گھنٹی بج رہی ہے۔ جب لہرانے لگی ہیں۔ تو ایک دفعہ پھر اسلام کو ان خطرات سے بچانے کے لئے دعوت دی جا رہی ہے۔ کہ اگر اس نازک موقع پر ہماری امداد و اعانت کر دینا۔ جس طرح ہندوؤں کی اکثریت کے خطرات سے بچانے کے لئے تو نے آکر ہماری امداد کی۔ اور پاکستان دلا دیا۔ مگر صبر و صبر وزیر تعلیم نے ارشاد فرمایا ہے۔

”کمپیوٹر کو محض تشدد سے نہیں کچل سکتے۔ لیکن اسلام کے زبانی دعوت سے بھی کچھ نہیں بن سکتا۔ ہمیں دیکھنا ہے۔ کہ قومی زندگی کے ہر شعبہ میں یہ نظریہ حیات جاری و ساری ہو۔

راحسان - ۹ فروری ۱۹۷۹ء

یعنی ضرورت اس کی ہے۔ کہ اسلام کے صرف نام سے کام لینے کی بجائے ہر شعبہ زندگی میں عملی اسلام کو پیش کیا جائے حقیقت میں اشتراکیت کے ان طوفانوں کا گم نہ صرف وہ نظم حکومت ہی پھیر سکتا ہے۔ جو خداوند تعالیٰ نے انسانوں کی بہبودی اور اصلاح و کامیابی کے لئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نازل فرمایا ہے جس کے

قوانین و احکام کو جاری کرنے کے بعد وہ تمام گندگیاں اور آلائشیں دُور ہو جائیں گی۔
 جن میں کمیونزم کے ٹھپڑ پرورش پاتے ہیں۔ اور ایک صالح معاشرہ اور صالح تمدن برروئے
 کار آئے گا۔ جس میں صحیح بنسیا دوں پر فطری مبادیات اور مکمل عدل و انصاف کا ہر طرح
 سے مظاہرہ ہوگا۔ اور موجودہ سرمایہ داروں کی یہ مکروہ و مہینتیں اور ظالمانہ خیالات بدل جائیں گے
 نہ کوئی بھوکا رہے گا نہ کوئی تنگ۔ ہر ایک کو ضروریات زندگی بہ آسانی مہیا ہونگی۔ اور وہ
 پورے اطمینان قلب کی تھ روحانی ارتقاء کے منازل طے کرتا چلا جائے گا۔ ارباب اقتدار اس
 حقیقت کو اچھی طرح جان لیں۔ کہ پاکستان کے نظام حکومت کا پورا ڈھانچہ جب تک اسلام
 کی بنسیا دوں پر تیار نہ کیا جائے۔ اس وقت تک یہ عمارت مضبوط نہیں ہو سکتی۔ اور مولانا
 شبیر احمد صاحب عثمانی نے اپنی ایک تقریر میں یہ بالکل درست فرمایا ہے۔ کہ اگر یہاں
 مکمل نظام اسلامی جاری نہ کیا گیا۔ تو پاکستان تباہی سے بچ نہیں سکتا۔ ان حقائق پر غور کرنا
 چاہیئے۔ اور پاکستان کو جو دنیا بھر کے مسلمانوں کی امید گاہ ہے۔ سُرخ خونیں سیلابوں اور آتش
 شعلوں کی زد سے محفوظ رکھنے کے لئے اس خدا واد مملکت میں خدا کا قانون جاری و نافذ کرنا
 چاہیئے۔ اور دستور ساز اسمبلی کی طرف سے جلد از جلد اس بنیادی فیصلہ کا اعلان کرنا چاہیئے
 کہ یہاں کا آئینہ نظام حکومت شریعت اسلامی ہے۔

یاد رکھنا چاہیئے

کہ اگر ہم نے عملی طور سے اسلامی نظام پیش نہ کیا۔ صرف سوخِ خطرہ کے پیشِ نظر اسلام کا مذہب
 کا اور مسلمانوں کی وحدت کا نام لیکر محاذ قائم کیا۔ اور دین کے پردہ میں موجودہ ظالمانہ مٹائی
 کی حمایت کی اور اسلام کے نام سے برطانیہ و امریکہ کا سامراجی نظام برقرار رکھا۔ تو ان
 جید گریوں سے وہ خطرہ ٹل نہیں سکتا۔ بلکہ پھر جب سیلاب آئے گا۔ تو سرمایہ داروں
 اور جب گیرانوں کو پہلے جلتے کیا تھے اپنے مقابل کے اسلام اور مذہب کو بھی بُری طرح سے تباہ و

برباد کرنے کی کوششیں کرے گا۔ اور اشتراکیت کی تاریخ اس پر گواہ ہے۔ اور اگر مکمل نظام اسلامی جاری کر کے ان تمام غیر اسلامی رخنوں کو بند کر دیا گیا۔ جن کی وجہ سے اشتراکیت اندر داخل ہو جایا کرتی ہے۔ تو پھر خطرہ بھی یقینی ٹل جائے گا۔ اور ملک و قوم کو حقیقی استحکام اور پائیدار مضبوطی حاصل ہو جائے گی۔ الغرض
سرخِ فتنہ سے بچنے کیلئے مکمل نظام اسلامی کے سوا اور کوئی علاج نہیں۔

آئین ساز اسمبلی کے متعلق مولانا عثمانی کا بیان

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نے آئین ساز اسمبلی کے متعلق ایک مفصل بیان اخبارات میں دیا ہے :-

پاکستان میں مولانا کی مذہبی حیثیت و اہمیت کسی سے مخفی نہیں۔ اور پاکستان دستور ساز اسمبلی میں حضرت مولانا ہی عالمِ دین اور آشنائے رموز و مسائل و حدیث ہیں۔ اور دستور اسلامی کے متعلق ہر قسم کی توقعات مولانا ہی سے وابستہ ہیں۔ اس لئے آپ کا یہ بیان سرسری طور سے پڑھنے کا نہیں۔ بلکہ پورے غور و خوض سے اس کا مطالعہ کر کے اس کے مضمرات و اشارات کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ہم مولانا کے بیان سے صرف چند بنیادی چیزوں کو اخذ کر کے اختصاراً نقل کرتے ہیں۔

۱۔ اب تک مجھے ہزاروں تار اور خطوط ملک کے مختلف گوشوں سے پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے مطالبہ کے متعلق آئے ہیں۔

۲۔ آئین ساز اسمبلی کی زبان اور اس کے طور و طریق عملی حیثیت سے اب تک مغربیت میں غرق ہیں۔

۳۔ چونکہ اسمبلی کی ساری کارروائی تفسیریں وغیرہ انگریزی زبان میں ہوتی ہیں۔ اور مجھے تہہ تک نہیں چلتا کہ کس موضوع پر گفتگو ہو رہی ہے۔ اس لئے میں بحث میں کوئی حصہ نہیں لیتا۔
۴۔ بار بار یہ بھی ارادہ ہونے لگا۔ کہ رکنیت سے استعفاء دے کر نکل آؤں۔

۵۔ ایک سال پہلے دو تجویزوں کا نوٹس دے رکھا تھا۔ ان میں سے صرف ایک تجویز ۲ کو سال بھر کے بعد ایجنڈا میں آنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ سب کمیٹی کی میٹنگ میں اس

تجویز جس انداز سے بحث ہوئی۔ اس کی بنا پر میں نے مناسب سمجھا۔ کہ اس تجویز کی بجائے تجویز عدلیہ کی کوشش کی جائے۔

۴۔ ۱۳۔ ارکان کی کمیٹی میں مختلف مسودات بحث کے لئے پیش ہوئے ہیں۔ اسلامی نظام کے

مطالبہ کو خوب مدلل طور سے واضح کیا۔ اراکین کمیٹی نے عموماً ہمارے اصل مقصد کی مخالفت نہیں کی۔ نہ مسلمان ہوتے ہوئے ایسی مخالفت کی گنجائش تھی۔ ہاں عنوان و تعبیرات اور اظہار مافی الضمیر کی حدود میں خاص اختلاف رہا۔

۵۔ اس کے بعد مولانا نے نظام اسلامی کے بارے میں اپنا نظریہ جو گویا یہ شکل مطالبہ اور تجویز ہے۔ مفصل طور سے نہایت جامع الفاظ میں بیان فرمایا ہے اور حق یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر جامع اور حاوی الفاظ اور کیا ہو سکتے ہیں۔

۸۔ مولانا نے فرمایا ہے۔ میں سپر دست اس قدر کہہ سکتا ہوں۔ کہ مسودہ کمیٹی کی حالیہ کارروائی میرے مذکورہ بالا خیالات کی روشنی میں مایوس کن نہیں رہی۔ بلکہ اچھی توقعات کی حامل ہے۔

۹۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ زیادہ سے زیادہ کوشش کی جائے۔ کہ دستور ساز اسمبلی کے

آئینہ سبشن میں اس قسم کی تجویز کو ایجنڈے میں شامل کر کے منظور کر لے۔ اور مختصر تفصیلات طے کرنے کے لئے جتید و مستند علماء کی ایک کمیٹی بنائی جائے۔

۱۰۔ اسمبلی کی زبان بدلنے کی پوری پُر زور کوشش کی جائے۔

ہم مسند رجبہ بالا امور میں سے نمبر ۱ پر کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان خالص اسلام ہی کے نام پر حاصل کیا گیا ہے۔ اور مسلمان قوم نے اسلام ہی کی خاطر ہر قسم کی تکالیف و مصائب اور جہان و مال اور عفت و ناموس کی قربانی برداشت کر کے اس خطہ ملک کو عظیم ہندوستان سے جدا کرنے کو گوارا کیا ہے۔ اب جمہور کی آواز یہ ہے۔ اور ہر

چہار طرف سے یہ گونج سنائی دے رہی ہے۔ کہ یہاں نظام اسلامی کا نفاذ و اجرا ہو بہو رہی دستور ساز اسمبلی جو بہ قول مولانا مغربیت میں ڈوبی ہوئی ہے۔ جمہور کے اس مطالبہ سے بالکل پیٹھ پھٹی تو نہیں کر سکتی۔ لیکن اس کے مغرب زدہ اراکین کی خواہش یہ ہے کہ کچھ اس سن تدبیر سے کام لیا جائے۔ کہ قوم ناراض بھی نہ ہو۔ اور ہم اپنے قلب و نظر اور ذہنی ساخت کے مطابق یورپ و امریکہ کا کوئی نظام جاری کر کے اُن تمام فوائد سے متمتع ہوں۔ جن کی ہمیں توقع ہے۔

اس کے لئے وہ لوگ اسلام کا نام تو ضرور دیتے ہیں مگر صاف و صریح الفاظ میں مکمل نظام اسلامی آئین قرآن و سنت، اطاعت احکام خدا و رسول کا ذکر کبھی نہیں کرتے، انہیں یہ گوارا نہیں کہ دستور اساسی کے طور پر صاف الفاظ میں یہ طے کیا جائے کہ پاکستان میں خالص اسلامی حکومت ہوگی اور قرآن و حدیث یہاں کا قانون و آئین ہوگا، اور کوئی خلاف شریعت حکم و قانون یہاں جاری نہ نہ ہو سکے گا، کیونکہ اس صورت میں اگرچہ قوم کی خواہش تو پوری ہو جاتی ہے، قوم سے کئے ہوئے وعدے تو وفا ہو جاتے ہیں، لیکن یہ ان حضرات کی افتاد طبع اور مخصوص مزاج سے مناسبت نہیں رکھتا، اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ گول مول اور مبہم الفاظ سے قوم کی زبان بند کر دیں، اور پھر جو چاہیں، کارروائیاں کرتے رہیں، اور اس غرض کے لئے انہوں نے دستور اساسی کی نوعیت متعین کرنے کے لئے کچھ اس قسم کے الفاظ زیر نظر رکھتے ہیں، جو ناممکوں کو قانع تو کر دیں گے، لیکن اصل منشا اسلام ان سے پورا نہیں ہوتا، مثلاً اسلامی جمہوریت، عدل، انصاف کے اسلامی اصولوں پر مبنی حکومت، حریت و مساوات، اسلامی بنیادوں پر قائم کردہ ریاست، وغیرہ وغیرہ، اور اسی چیز کی طرف مولانا عثمانی نے اس عبارت میں اشارہ کر کے مسلمانوں کو متنبہ کر دیا ہے، ہاں معنوں و تعبیرات اور اظہار مانے الضمیر کی حدود میں خاصا اختلاف رہا، "غیر اسلام کو اسلام میں پیش کرنا زیادہ خطرناک اور مفاسد کو پیدا کرنے والا ہوتا ہے، اس لئے اس چیز کی خاص ضرورت ہے، کہ جو مسلمان ممبران اسمبلی کے پاس مطالبہ کے خطوط بھیجتے ہیں، وہ صاف الفاظ میں واضح کر دیا کریں، کہ ہم مسند رج بالا قسم کے مبہم الفاظ کو دستور اساسی میں کبھی برداشت نہیں کر سکتے، اور اس طرح سے ہمارا مطالبہ کبھی پورا نہیں ہو سکتا۔

نمبر ۹۔ نمبر ۱۰ میں صیاح بیان کر چکے ہیں، کہ مولانا نے مسلمانوں کو اس مطالبہ کے منزاع اور اسمبلی کی زبان اردو و عملی طور سے مترادف دینے کے بارے میں زیادہ سے زیادہ کوشش کی تاکید فرمائی ہے، اس لئے تمام قارئین کرام شمس الاسلام کی خدمت میں ہم پُر زور الفاظ میں اپیل کرتے ہیں، کہ وہ خطوط، تاروں، محضر ناموں کے ذریعہ سے بہ کثرت اور بار بار ممبران آئین ساز اسمبلی کو اس طرف توجہ دلائیں، کہ وہ مزید تاخیر سے کام نہ لے کر حالات زمانہ کی نزاکتوں اور اسلام کے تقاضوں کو دیکھ کر فوراً ہی اس مطالبہ کو پورے طور سے مان کر کے اس کا باقاعدہ آئینی طور سے اعلان کر دیں، اور ساری

کا ردوائی اُردو زبان میں ہو جو پاکستان کی قومی زبان ہے

پاکستان میں اقلیتوں کا اطمینان

پاکستان میں نظام اسلامی کے نفاذ و اجراء سے کفر و کفریہ کرنے والے بعض مسلمان مختلف قسم کی بہانہ سازیلوں اور حیلہ جویوں میں سے ایک بہانہ اکثر یہ بھی پیش کیا کرتے ہیں کہ اگر پاکستان میں اسلام کا نظام نافذ و جاری کیا گیا۔ تو اقلیتوں کو اطمینان نہ ہوگا۔ اور اقلیتوں کو لاشیٰ رکھنا بھی ایک اہم معاملہ ہے۔ اس لئے یہ مجبوری ہماری راہ میں حائل ہے۔ حالانکہ اگر غور کر کے دیکھا جائے تو جمہوریت میں اقلیتوں کو جو صرف کاغذی حقوق دیئے جاتے ہیں۔ اسلام میں عملی طور سے سطح زمین پر جو کچھ ملتا ہے۔ وہ اس سے بہت زیادہ اور ان کے لئے موجب اطمینان اور ذریعہ امن و سکون ہے۔ اب تک مسلمانوں نے عملی طور سے غیر مسلموں کے ساتھ اس برتاؤ کا مظاہرہ نہیں کیا ہے۔ جو اسلام کی رو سے اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کے ساتھ کیا جانا ہے۔ مسلمانوں نے اب تک قومیت کے مغربی نظریہ کے مطابق جو شرش انتقام میں آکر ایسے امور کا ارتکاب کیا ہے جو مذہب قومیت تو جائز تھے۔ مگر مذہب اسلام کی رو سے ان کے لئے کوئی وجہ جواز نہ تھا۔ اور اپنی ان غلطیوں کو انہوں نے اسلام اور مذہبی تعلیمات کا اثر کہہ کر از کتاب کیا۔ اس لئے غیر مسلموں کا توحش بجا بھی ہے۔ لیکن خود ان میں سے وہ سمجھ دار لوگ جو موجودہ دور کے مسلمانوں کے اعمال و افعال اور اصل اسلامی تعلیمات کا فرق سمجھتے ہیں۔ اسلام سے بدظن نہیں بلکہ ان کا یقین ہے کہ صحیح اسلامی نظام ہی سے اقلیتوں کو پاکستان میں حقیقی اطمینان نصیب ہو سکتا ہے۔ اور اگر اسلام کی بجائے قوم پرستی پر مبنی جمہوریت بنی۔ تو پھر اقلیتوں کو کاغذ پر سب کچھ ملنے کے بعد عملاً کچھ بھی نہ ملے گا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں اخبار انقلاب مورخہ ۱۳ فروری کی یہ خبر خاص اہمیت رکھتی ہے۔

ہندوستانی ٹائی کمشنر مٹر مری پرکاش نے آسام کی گورنری قبول کر لینے کے بعد پاک نیوز سے ایک انٹرویو کے دوران میں کہا۔ اگر پورے خلوص کے ساتھ اسلامی اصولوں پر عمل ہو۔ تو اقلیتوں کا خوف دور ہو سکتا ہے۔ مٹر مری پرکاش جیسے ذمہ دار شخص کے اس کہنے کے بعد ہمارے مسلمان اکابر کو اقلیتوں کے اطمینان کے خاطر اسلامی نظام سے توبہ کرنے اور کفارہ کش رہنے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ اسلامی

اصولوں پر مخلصانہ عمل ہی سے اقلیتیں مطمئن ہوں گی۔

اسلامی جمہوریت

(از صاحبزادہ عبدالرسول صاحب للہی مشتمل بی۔ اے۔ گورنمنٹ کالج سرگودھا)

تہذیب مغرب سے مرعوب ہو کر مختلف ذہنیاتوں نے اسلام کو مختلف رنگ چڑھا کر اور متعدد اصطلاحوں میں ملبوس کر کے دنیا کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ یورپ میں جمہوریت کی مقبولیت کو دیکھ کر بعض نے اسلام کو جمہوریت کے لقب سے سرفراز کیا اور یہ کہتے ہوئے کہ "اسلام عین جمہوریت ہے" انہوں نے اسلام کو ہر بغیر بنانے کی ناکام کوشش کی۔ بعض نے اسلام کو ڈکٹیٹر شپ کا مظاہر کیا اور کہا اسلام میں خلافت عین آمریت یا ڈکٹیٹر شپ کا دوسرا نام ہے۔ بعض نے کمیونزم کے اُٹھتے ہوئے سیلاب سے خوف زدہ ہو کر اسلام کی عزت اسی میں سمجھی کہ اسے کمیونزم کی طرف منسوب کیا جائے۔ چنانچہ اسلام سوشلزم وغیرہ کی جدید اصطلاحات زبان زد خلاق ہوئی۔ مگر اس کے خلاف اگر بہ نظر عمیق دیکھا جائے۔ تو اسلام نہ تو وہ مغربی جمہوریت ہے جس کی تشکیل ابراہیم لنکن نے کی۔ اور جسے اس نے حکومت عوام برائے عوام بذریعہ عوام کا نام دیا۔ اور جس میں صحت رائے سے زیادہ اکثریت مؤید بن کر اہمیت حاصل کی ہے۔ اور نہ ہی اسلام ڈکٹیٹر شپ کا نام ہے جس میں ڈکٹیٹر کے مُنہ سے نکلا ہوا ہر جائز و ناجائز کلمہ قانون کی حیثیت رکھتا ہے اور نہ ہی اسلام کی اشتراکیت کا نام ہے جس میں انسان کی انفرادیت کو ختم کر کے اسے اس کے فطرتی حق سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے۔

آخر یہ اختلاف رائے کیوں؟ جمہوریت، آمریت اور اشتراکیت کے درمیان کہیں دور کا واسطہ بھی نہیں۔ مگر اس کے باوجود اسلام کو بیک وقت ان سب کی طرف منسوب کرنے کی وجہ صرف یہی ہے کہ اسلام بیک وقت ان تمام محاسن کا حامل ہے۔

اسلام دوسرے مذاہب کی طرح صرف اخلاقیات یا رسومات کا مجموعہ نہیں۔ بلکہ اس نے دنیا کے سامنے انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لئے ایک خاص نظام اور طرز حیات پیش کی۔ جو اپنے رنگ میں تمام دنیاوی اصولوں سے بالکل نرالی اور انوکھی ہے۔ جمہوریت کی بڑی خوبی یعنی آزادی عوام اسلام میں نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ یہاں تک کہ ایک معمولی آدمی خلیفہ وقت عمر فاروقؓ جیسے

جلیل القدر شخصیت کو مجمع عام میں یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ "اے عمر ہم تیری اطاعت نہیں کرتے تو نے خیانت کی ہے"۔ اور خلیفہ وقت نے جس کے اُبرو کے اُڑنے اشارے سے سلطنت روم کا سپ اُٹھتی ہے۔ اس اعتراض کا جواب بغیر جیل و محبت کے دیا۔ آمریت کا سب سے بڑا وصف "ضبط" بھی اسلام میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ سیف الاسلام حضرت خالد کا واقعہ اس کی زندہ مثال ہے آپ کی فاتح افواج روم کے دروازہ پر کھڑی ہیں۔ خالد اپنی فوج کے سامنے تمکینے لگائے بیٹھے ہیں۔ کہ خلیفہ کی طرف سے مغزولی کا حکم آتا ہے۔ خالد کی ایک نظر خلیفہ کے رقعہ پر پڑتی ہے جس نے آپ کو آسمان سے اُٹھا کر زمین پر دے مارا ہے۔ اور دوسری نظر اس غیور فوج پر پڑتی ہے۔ جو آپ کے اشارے پر کٹ مرنے کو تیار ہے۔ مگر خالد فوراً سالاری سے دست بردار ہو جاتے ہیں۔ اب اس بات کا فیصلہ ناظرین پر موقوف ہے۔ کہ خالد کی اس دست برداری کا محرک خلیفہ کا رعب و جلال تھا، یا اسلام کا سکھایا ہوا درس ضبط۔

مسوات کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا دیا جاسکتا ہے۔ کہ قاصد روم جب مدنیہ منورہ میں آتا ہے۔ تو خلیفہ ثانی کو دیکھتا ہے۔ کہ وہ لاکھوں کا سرباز نہ بنا کر دھوپ میں ریگ پر سوٹے پڑے ہیں۔ اور پسینہ آپ کی پیشانی سے بہہ رہا ہے۔ وہ تھکتے ہو کر دیکھتا ہے۔ کیونکہ اُسے معلوم ہے۔ کہ وہی عسکر ہے جن کی سرحد حکومت افغانستان سے لے کر بحرا و قیانوس تک وسیع ہے۔ اور جن کا جلال اتنا ہے کہ خود اس کا آقا آپ کا نام سن کر لرزہ بر اندام ہو جاتا ہے۔

عوام

اسلامی جمہوریت کو سمجھنے کے لئے عوام مجلس شوریٰ اور خلیفہ کی حیثیت علیحدہ علیحدہ سمجھنا ضروری ہے۔ اسلامی جمہوریت میں عوام کی حیثیت اس حیثیت سے بالکل مختلف ہے۔ جو کہ مغربی جمہوریت نے عوام کو دی ہے۔ خدا نے تمام مسلمانوں کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ ہم نے تمہیں دُنیا میں خلیفہ مقرر کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ دنیا میں ہر مسلمان خیر کا خلیفہ ہے۔ اور وہ اس دنیا کی خلافت میں برابر کا حصہ دار ہے۔ اس تصور کے پیدا ہوتے ہی نادار اور غنی، امیر و غریب، چھوٹے بڑے کے امتیازات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ عام مسلمانوں پر خلیفہ کا تفوق بھی مٹ جاتا ہے۔ اور یہ تصور عوام کو جرأت دلاتا ہے۔ کہ وہ اپنے حقوق کا بے جھجک مطالبہ کریں۔ اور ان میں خود داری کا وہ جوہر پیدا کرنا ہے۔ جو آزاد اور غیر اقوام کی زینت ہے۔ مگر جس ملک کا ہر فرد بذاتِ خود حاکم ہو۔ اس کا خدا حافظ

ہے۔ اس کا نظام قائم ہونا ناممکن ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ چند ایسے لوگ منتخب کئے جائیں جو انتظامی امور میں اپنے آپ کو ممتاز کر سکیں۔ انتخاب کے لئے حق رائے دہی میں اسلام نے تنگ نظری سے ہرگز کام نہیں لیا۔ ہر عاقل بالغ مسلمان کو رائے دہی کا حق حاصل ہے مردوں کے علاوہ عورتوں کو بھی حق رائے دہی حاصل ہے۔

مجلس شوریٰ

مغربی جمہوریت کی پارلیمنٹ کی طرح مجلس شوریٰ بھی ان ممبروں کی جماعت کا نام ہے۔ جن کا انتخاب عوام کرتے ہیں۔ مگر طریقہ انتخاب میں

عبدالمشرقین ہے مغربی جمہوریت کے طریقہ انتخاب میں ہر امیدوار اپنا نام خود پیش کرتا ہے۔ وسیع پیمانے پر پروپیگنڈا اور سازشوں کا جال بچھایا جاتا ہے۔ روپیہ پیسہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے۔ دوران انتخاب میں مکرو فریب ایک کامیاب چال سمجھی جاتی ہے۔ مگر باوجود اس کے یہ ظاہر کیا جاتا ہے۔ کہ ہر امیدوار جذبہ قومیت کی تڑپ کا محسوس ہے۔ اور اس کا مقصد حیات صرف خدمت قوم تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ مگر یہ بات اظہار من الشس ہے۔ کہ صحیح فہم قوم کو اس فہم کے پروپیگنڈے اور مکرو فریب کی حاجت ہی کیا ہے۔ یہ تو ناممکن بات ہے۔ کہ کوئی آدمی اپنی وسنداری کی توہین اس لئے پسند کرتا ہے۔ کہ اسے خادم بن جانے کا موقع دیا جائے۔ اس کے خلاف اسلام نے پروپیگنڈے کو واجب سزا جرم قرار دیا ہے۔ کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنا نام خود پیش کرے کیونکہ اس سے اس کی خود غرضی کا اظہار ہوتا ہے۔ مجلس شوریٰ کا ممبر صرف وہی ہو سکے گا۔ جس کا انتخاب عوام خود کریں۔ اور جس کا مطمح نظر خدمت اسلام اور بہبودی عوام ہو۔

جہاں تک کہ دستور سازی کا تعلق ہے مجلس شوریٰ کے اختیارات بہت محدود ہیں۔ مغربی جمہوریت عوام کی حکومت ہے۔ مگر اسلامی جمہوریت خدا کی حکومت، ان جمہوریتوں میں یہی بنیادی اختلاف ہے۔ اسلامی جمہوریت کا بُرا نصب العین صرف ارض خداوندی پر احکام خداوندی کا نفاذ ہے۔ مغربی جمہوریت کے قوانین عوام کے دباؤ اور ممبروں کے اختلاف سے ہر وقت بدل سکتے ہیں۔ مگر اسلامی جمہوریت کے بنیادی اصول اٹل اور آفت ہیں۔ تاہم مجلس شوریٰ اسلام کے ان بنیادی اصولوں کی روشنی میں پھیلے ہوئے اور اختلافی مسائل کی عقدہ کشائی کی ممانعت ہے۔ اور نصیہ اکثریت کے حق میں ہوگا۔

ایک اور بڑا فرق جو مغربی اور اسلامی جمہوریتوں میں ہے۔ وہ یہ ہے کہ مغربی جمہوریت میں ایک دفعہ منتخب شدہ ممبر ایک مخصوص مدت تک پارلیمنٹ کا ضرور ممبر رہے گا۔ بے شک وہ اپنی پالیسی

میں بالکل تغیر و تبدل کر دے۔ عوام کا وہ نمائندہ خود عوام کی ترقی میں بے شک سدا رہے۔ مگر وہ بے روک ٹوک آئینہ انتخاب تک عوام کی نمائندگی کرے گا۔ اس کے برعکس اسلامی جمہوریت کا کوئی نمائندہ خواہ سر فصدی اکثریت سے ہی کیوں نہ منتخب ہوا ہو۔ مگر جب وہ کوئی ایسی حرکت کرے گا۔ جو اسلام یا عوام کے مفاد کے خلاف ہو۔ تو فوراً معزول کر دیا جائیگا۔

خلیفہ

پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ ہر مسلمان خدا کی طرف سے خدا کی دنیا پر خلیفہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ مگر انتظام کی خاطر ایک ایسی شخصیت میں مرکوز کر دیا جاتا ہے۔ جو ہر لحاظ سے جامع ہو۔ ایسی شخصیت کو خلیفہ المسلمین کہا جاتا ہے۔ خلیفہ کی ذمہ داری دو گونہ ہوتی ہے۔ ایک طرف تو وہ خدا کے حضور میں جوابدہ ہوگا۔ اور دوسری طرف اسے عوام کے سامنے بھی صفائی پیش کرنا پڑے گی۔ خلافت کسی خاص خاندان یا ملک کے لئے مخصوص نہیں۔ بلکہ ہر وہ مسلمان جو دین و دنیا میں ہر لحاظ سے عوام الناس پر فوقیت رکھتا ہو۔ اس کا اہل ہے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ عوام کی ہمدردیاں بھی اس کے ساتھ ہونا لازمی ہیں۔ کیونکہ خلیفہ کا انتخاب بھی عوام کرینگے خلیفہ ہر کام میں مجلس شوریٰ سے مشورہ طلب کرے گا۔ مگر یہ ضروری نہیں۔ کہ وہ اکثریت کے فیصلہ کو اپنائے۔ کیونکہ خلیفہ کو ویٹو یا ورینی اختیار خصوصی کا حق ہوگا۔ مگر خلیفہ اس کا ہرگز مجباز نہیں۔ کہ ویٹو کا بے جا استعمال کرے۔ ویٹو کے استعمال میں بھی ضروری ہے۔ کہ اس کے تدریجاً اصلاح اسلام ہو۔ خلیفہ کی مجال نہیں۔ کہ وہ ذاتی مفاد کی خاطر بین اسلامی اصولوں کی خلاف ورزی کر سکے۔

خود مختاری اور ویٹو پار کی وجہ سے خلیفہ پر ڈکٹیٹر کا گمان ہوتا ہے۔ مگر یہاں پھر دونوں میں اختلاف کی وسیع خلیج حائل ہے۔ ڈکٹیٹر کا قول ملک کے لئے قانون اور اس کا فعل ملک کے لئے قابل تقلید چیز ہے۔ مگر خلیفہ کے اختیارات محدود ہیں بعض حدود کے اندر رہ کر وہ خود مختار ہے۔ اور ان حدود سے باہر آتے ہی اس کی روئے خلافت ہی سلب ہو جاتی ہے۔ اور اس کی ذمہ داری ہرگز واجب الطاعت نہیں رہتی۔ خاریجیوں نے حضرت علیؑ سے محض اس لئے اختلاف کیا۔ کہ انہوں نے اپنے اور امیر معاویہ کے درمیان مابین النزاع مسائل کے حل کے لئے ثالث مقرر کئے تھے۔ ورنہ حالیکہ وہ خود خلیفہ اللہ تھے۔

غیر مسلم

عوام کا یہ مسئلہ زیر بحث ہوتا ہے۔ کہ اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ ناممکن ہے۔ ہمیں سب سے پہلے یہ دیکھنا ہے۔ کہ مغربی جمہوریت اقلیتوں کو

کیا درجہ دیتی ہے۔ اقلیتوں کے مفائدوں کا سواٹے اس کے کوئی کام نہیں ہوتا۔ کہ خرب اختلاف کی قسمتوں کی رونق نہیں۔ اور حکومت کی پالیسی پر نکتہ چینی کریں۔ اس کے باوجود حکومت کے رویہ میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ اور پالیسی میں اقلیت کے ممبروں کو کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اس کے مقابلہ میں اسلام کے قوانین روشن اور واضح ہیں۔ اسلام چونکہ ایک خاص اصول کا نام ہے۔ اس لئے اس اصول سے اختلاف رکھنے والے۔ اس کی حکومت کی مشینری کے فٹ پیرزے ثابت نہیں ہو سکتے۔ اس لئے اسلامی جمہوریت میں غیر مسلموں کے لئے مجلس شوریٰ اور انجیکٹو محکموں میں کوئی جگہ نہیں۔ اس کے علاوہ دوسرے محکمہ جات میں ان کے لئے ہر وقت دروازے کھلے رہیں گے فوجی خدمات ان سے بالالتزام نہیں لی جاسکتیں۔ اس لئے ان کے عوض ان سے جزیہ کا معمولی ٹیکس وصول کیا جائے گا۔ اس کے برعکس وہ تمام ان ٹیکسوں سے مبرا سمجھے جائیں گے۔ وہ مسلمانوں سے لئے جائیں گے مثلاً زکوٰۃ۔ صدقات وغیرہ۔ اس کے علاوہ ان کے تمام حقوق مسلمانوں کے برابر ہوں گے۔ اسلام عدل والصفات میں دھڑبازی اور تعصب کو ہرگز جگہ نہیں دیتا۔ عمرو بن العاصؓ گورنر مصر کے لڑکے کو عین جج کے موقع پر منظر عام پر ایک یہودی کے ہاتھوں پٹوا کر حضرت عمرؓ نے اسلامی عدل کی مثال قائم کر دی۔

الغرض اسلامی جمہوریت تمام دنیاوی اصولوں سے بے نیاز۔ اپنے ڈھنگ میں نرالی۔ نظام زندگی کی حامل ہے۔ جو عوام کی نہیں بلکہ خدا کی حکومت ہے۔ اور اس انسان کے لئے صحیح شعل راہ ہے۔ جو ظلمہ طریق اور اپنی کم فہمی کی وجہ سے ازل سے ٹھوکرین کھاتا چلا آ رہا ہے۔ اس کا موجد ابراہیم مسکن یا مارکس یا کوئی یا کوئی دوسری دنیاوی طاقت نہیں۔ بلکہ اس کا منبع وہ ذات ہے۔ جو حکیم و علیم ہونے کے علاوہ رب العالمین بھی ہے۔

ترجمہ
میں کی سستی، موتی زنجیر نظر میں ملایم
جس کی تپ قوس کی تپ قوس کی تپ قوس کی تپ قوس
نصیب جغتائی

الْقَلْبَانِی مصلح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

(مَوْلَانَا مُحَمَّد امین صاحب جھنگوی)

گردِ بھٹی کفر کی اُٹھی رسالت کی نگاہ || گردِ گئے طاقوں سے بُتِ خُسم ہو گئی پشتِ پناہ
چرخ سے آنے لگی پیہم صدائے لَا اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ || ناز سے کچ ہو گئی آدم کے ماتھے پر کلاہ :

آتے ہی ساتی کے پھر ساغر گیا خم آگیا

رحمتِ یزداں کے ہونٹوں پر تبسم آگیا

آگیا جس کا نہیں ہے کوئی ثانی وہ رسول || رُوحِ فطرت پر ہے حکمرانی وہ رسول
جس کا ہر تیر ہے حکم آسمانی وہ رسول || موت کو جس نے بنایا زندگانی وہ رسول

مُحَلِّ سَفَا کی دوحشت کو بڑھم کر دیا

جس نے غُونِ آشام تلواروں کو مرہم کر دیا

مصلح اعظم محمد مصطفیٰ صلعم کی آمد کی بشارت تمام انبیاء کرام اپنے اپنے وقت مقررہ میں اپنی
اُمّتوں کو دیتے رہے۔ چونکہ حضور انسانیت کے آخری نجات دہندہ رہنا تھے۔ آپ کی آمد پر جن دہش
کی نگاہیں لگی ہوئی تھیں۔ اس لئے اللہ العزیز انبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے اپنے عہدِ معصود میں یوں
گویا ہوئے۔ رَبَّنَا وَاَبْعَثْ فِيْهِمْ رَسُولًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰیٰتِنَا
اسی وادی میں تیرا نادِی موعود ہو پیدا

کرے جو فطرتِ انساں کو تیرے نام پر شیدا (حفظ)

علیہ علیہ السلام اپنی اُمت کو اِن الفاظ میں بشارت دیتے ہیں۔ وَمَبَشِّرًا بِرُسُوْلِ

يَاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اَسْمَاءُ اَحْمَد۔

ان پیغمبروں کے علاوہ اور دنیا کے مشہور بزرگ راہبر اور روحانی پیشواؤں اور رہنما یں
مذہب نے جو حالات بیان کئے ہیں۔ ان کا قرآن مجید کے علاوہ اور کتب میں ذکر ہے۔

یونانی اور ایرانی حکماء

حضور کی تشریف آوری کے متعلق یونان کے مشہور مسافر سقراط نے یوں رقم فرمایا کہ ایک عظیم الشان نبی پیدا ہوگا۔ جو اللہ اور مخلوق کے درمیان واسطہ بن کر دونوں کے درمیان روابط پیدا کرے گا۔ میرے لئے یہ بہتر ہے اور ضروری ہے۔ کہ آسمان سے ایک عظیم الشان انسان اترے اور ہم کو ہدایت کرے۔ اور میں اس کی تصدیق کروں۔

ایران کے ایک زبردست حکیم جاسپ نے اپنی کتاب جاسپ نامہ میں حضور کی آمد کی بشارت یوں دی | مطبوعات جیروت ۱۸۸۶ء

عرب سے ایک عظیم الشان انسان ظاہر ہوگا۔ جو بروخوش گفتار میانہ قد گندم گوں۔ اسلام کی دعوت دے گا۔ اس کی دعوت ہفت کشور میں پہنچے گی۔ اس کی ترمیم اولاد نہ ہوگی۔ بیٹیاں ہونگی اس کا دین روز بروز قوی تر ہوتا جائیگا۔ موجودہ بادشاہوں کی حکومت منسوب و مقہور ہوگی۔ ٹوپی کی بجائے عمامہ لکھیکا۔ فارسیوں کے آتش خانے برباد ہوں گے۔ اور وہ ہمارے شاہی رسوم کو اٹھا دیں گے۔ اس کا نام مہرازا ہوگا۔ اس کے آنے کا نشان یہ ہے۔ کہ عورتوں اور لڑکوں کے ہاتھیں اس وقت بادشاہی ہوگی۔ تم کو چاہیئے کہ اس کا دین فوراً قبول کرلو۔ اگرچہ وہ تمہارے ناپسند ہی کیوں نہ ہو۔

پارسیوں کی مشہور کتاب زائوسشت ساہنان میں یہ الفاظ مندرج ہیں۔ عرب میں ایک عظیم الشان سپدا ہوگا۔ اس کے متبعین کے ذریعہ ایران کا تاج تخت جاتا رہے گا۔ تم دیکھو گے۔ کہ ابراہیم کا بنایا ہوا گھربتوں سے خالی ہوگا۔ اور قبہ رخ نماز پڑھی جائے گی۔ اس نبی عربی کے پیرو ملائیں اور اس کے گر دو نواح اور طوس و بلخ کے آشکدوں اور بڑے بڑے مقامات پر قبضہ کر لینگے پارسیوں کی ایک اور کتاب دساتیر میں لکھا ہے۔ آدم کا بنایا ہوا خانہ کعبہ بے پیکر ہو جائیگا۔ قبہ رخ نماز پڑھی جائے گی۔ طوس اور بلخ اور دوسرے بڑے بڑے جگہوں کو عرب لے لینگے اور ان کا امین بنانے والا ایک مکمل بزرگ ہوگا۔

دستورینزدہم سلمان چہارم

وہ مبعشر رسول آیا۔ جو صرف آنے کے لئے آیا تھا۔ اور اس سے پہلے جو بھی آئے وہ سب جانے کے لئے آئے۔ وہ افتلابی ریفاہر جس کی آمد کی بشارات دے کہ وہی انبیاء حشیم براہ تھے۔ جس کی آمد سے خمیر افلاک نرین کیا گیا۔ جبکہ ذکر مؤذن کی اذانوں اور عزیمتوں کی دعاؤں میں جاری و ساری ہونا تھا۔ وہ در فضالک ذکر کثرت کا تفسیر، کالی کالی کا لباس، منزل کا اور ٹھکانہ اور ٹھکانہ فالان کی چوٹیوں سے نمودار ہوا۔ اس کی آمد سے ذرہ ذرہ دہر کا جگمگا اٹھا۔ وہ افتلابی پیغامبر جس نے ہر صنف و

نوع مذمومہ کی اصلاح فرمائی۔ اور صدیوں کے گم گشتہ راہوں کے سر پر تاج راہبری پہن کر اصطحابی کا النجوم بآیہم اقتدایتہم یتیم سے متوج فرمایا۔ اس کا ذکر چھوٹا منہ ٹبری بات مان مدحت محمد امجدالقی : و لکن مدحت مقاتلی محمد

چھٹی صدی عیسوی ماہ ربیع الاول کبیر احمد کے محل ریگستانی علاقہ میں داعی سلطنت الہی کا ظہور ہوا۔ اور ایک یتیم لاوارث بچہ آمنہ کی گود میں منظر حلال خداوندی نیکر نمودار ہوا۔ جس کا باپ اپنے تختِ جگر کی پیدائش سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو چکا تھا۔ فقط ایک ماں کی شفقت بھری گود تھی۔ اور چچا و دادا کا سایہ تھا۔ کچھ دن گزرے کہ آغوشِ مادر سے بھی محروم ہو چکا۔ چند دن کے بعد چچا و دادا کا سایہ عاطفت بھی جدا ہوا۔ دنیا حالاتِ حاضرہ دیکھ کر تحیر میں رہی۔ کہ جس کے یار و مددگار ایک ایک ہو کر رخصت ہوئے۔ انہیں کیا خیر تھی۔ کہ یہ بچہ لاوارث یتیم ظاہر میں بے سر و سامان۔ لیکن آگے چل کر بھی دنیا کا راہبر اور ہادی بنے گا۔ اور دنیا کی سلطنتیں اس کے قدموں پر اپنا سیم و زر متربان کرنے کو تیار ہوں گی۔

صاحبِ دلاں تو نسلِ پدر ناکوار تھا	اور آپ کہہ رہے ہیں کہ نبی سایہ دار تھا
پیدا ہوئے تو باپ کا سایہ اٹھا لیا	اور بڑھنے لگے تو مادرِ وعم ہو گئے جدا
گھٹنوں کے بل چلے تو دادا عدم کو روانہ تھا	ایک ایک سایہ آپ کے سر سے اٹھتا چلا گیا
سائے پسند آئے نہ پروردگار کو	اور بے سایہ کر دیا اس سایہ دار کو

وہ موعود پیغمبرِ جب اس ظلمتِ کدہ میں ظہور پذیر ہوا۔ تو اس وقت دنیا بہت نازک ترین دور سے گزر رہی تھی۔ وسطِ عرب کی حالت اس وقت بہت ہی ابتر تھی۔ قبیلہ قبیلہ کا خدِ الگ تھا۔ سفر و حضر کا الگ۔ ہر انوکھی اور نرالی چیز خدا تھی۔ خونریزی اور غارت گری کا بازار گرم تھا۔ ادنیٰ ادنیٰ سی بات پر قبیلوں میں کشمکش ہو جاتی۔ جو مدتوں تک خونریزی کا باعث بنتی۔ سلسلِ غلامی سے بند بند جب کڑا ہوا تھا۔ سطحِ ارض کے بسنے والوں پر عرصہ حیات تنگ تھا۔ انسانیت پامال ہو رہی تھی۔ اور دنیا کسی ایسے مصلعِ اعظم کی جوایاں تھی جو انہیں اس عذابِ الیم سے گرفتِ رشددوں کو پیغامِ امن و صلح دے۔ وہ مصلعِ اعظم محمد عربی فداء امتی و ابی دکھی انسانوں کا علاجِ زخمی دلوں کی دوا، یتیموں کا دالی، مسکینوں کا مولیٰ آیا۔ جس کا رحمتِ بھرا پیغام کسی ملکِ قوتِ قوم اور نوع سے تعلق نہ رکھتا تھا۔ بلکہ اس کا داعیہ ہر کالے گورے عربی عجیبی رومی، زنجی، حبشی، اسود و احمر پر مشتمل تھا۔ اس سادگی پسند پیغمبر نے لوگوں میں کبریاں چسپا کر کر تبا دیا۔ کہ میری یہ حکم بانی جہان بانی کا پیش خمیہ

ہے۔ دنیا کی رذیل حالت دیکھ کر اس کے دل میں حرم آیا۔ کہ ان انسان انسان کا غلام۔ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اس کی جبین ماسوائے مالک ذوالجلال مالک کون و مکان کے بغیر کسی کے آگے خسم نہ ہو۔ اور نہ ہونی چاہیئے۔ شجر و حجر کی پوجا پاٹ دیکھ کر فایا۔ دنیا اور اس کی مادی طاقتیں اور مافیہا سب انسان کی تابع ہیں۔ پھر انسان اعلیٰ ہو کر ان کی جبین سائی کیوں کرتا ہے۔ جبکہ ہر چیز انسان کی غلامی کے لئے درست لبتہ حاصل ہے۔ ان سوتے ہوئے غریبوں کو بھیجیڑ کر کہا۔

اے اللہ کے در سے بٹکے ہوئے انسانو۔ میں تم کو اس ذات کی طرف بلاتا ہوں۔ جس نے تم کو اشرف المخلوقات بنا کر جہان کا بادشاہ بنایا۔ ماسویٰ سب تمہارے لئے ہے۔ اور تم اللہ کے لئے ہو۔ اے گلہ بانو آؤ میں تم کو دین دنیا کے ایسے اصول بتاؤں جس پر چل کر تم جہان بن جاؤ۔ اے متکبرین کی نگاہ سے گرے ہوئے انسانوں۔ آؤ میری تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر تخت نشین بن کر آسمان عزت و وقار کے تیر تباں ہو جاؤ۔ اے منزل مقصود سے گم گشتہ انسانو۔ میری طرف آؤ۔ میں تم کو اصلی منزل مقصود کی طرف لے جاؤں گا۔ میری بخت کا مقصد یہی ہے۔ کہ میں تمام انسانوں کو ایسے مرکز پر لاکھڑا کروں۔ جو انسانیت کا صحیح مرکز ہے۔

رہبر کائنات کا یہ پیغام کوہ و صفا کے سینے والوں کے لئے نہ تھا۔ اس کا پیغام تمام دنیا کے لئے تھا۔ کیونکہ وہ دنیا کا مصلح اعظم تھا۔ محض عرب کا مصلح نہ تھا۔ اس داعی حق کی تعلیم نے چند دنوں میں ایک ایسا انقلاب پیدا کیا۔ جس سے دنیا تھیں ہو کر رہ گئی۔ اس نے اپنے صدق سے کئی صدیق پیدا کئے۔ اور اپنی شجاعت سے عشر و علی جیسے دلاور پیدا کئے۔ اپنے غنا سے عثمان جیسے کئی غنی پیدا کئے۔ خالد و ابوعبیدہ سعد، عمر و ابو بکر جیسے ہزاروں فاتح پیدا کئے۔ جن کے نام سے دنیا اب بھی لرزہ بر اندام ہے۔ اس کی تعلیم نے طلحہ و زبیر عبد اللہ عبد الرحمن جیسے غیر ممتاز انسانوں کو ایسا کامیاب تاج بنایا۔ کہ جن کی دولت اور زہ جواہر پھاڑے سے کاٹ کر تقسیم ہوئے۔ اور مصعب و عامر جیسے عبادہ ابن مسعود و ابن عمر جیسے لاکھوں جاہل انسانوں کو علوم و معارف کی وہ بلندیاں عطا فرمائیں۔ جس سے دنیا اب بھی انگشت بردن ہے۔ غرضیکہ انسانی ترقی کا کوئی زیرہ ایسا نہ چھوڑا۔ جہاں اپنے پیروں کو گامزن نہ کیا۔ اس رحمتہ للعالمین کے انقلابی کارناموں نے اس قلیل مدت میں ایسا باطن عالم الٹا کر روم و فارس کی قدیم ظالم و جابر سلطنت اور مضبوط بادشاہت کو اس صفحہ ہستی سے لیکر ختم کر کے

رکھ دیا۔ اور صرف غلطی کی طرح مٹا دیا۔ ایسی مضبوط و مستحکم سلطنتوں کو ختم کر دینا اس انقلابی مصلح کی ادنیٰ سی کوشش کا نتیجہ ہے۔ مغیرہ بن شعبہ کی اس جوانی قسریہ کے الفاظ پر غور کرو جبکہ انہوں نے معرکہ قادسیہ سے رستم کی باطل قوت پر بے جا فخر و مباہات کے رویوں مجاہدانہ انداز میں فرمایا تھا۔ اور جس انداز میں وہاں پہنچے تھے۔ اے ماہذکرت من عظیم سلطانتک و وفاہتہ عیشکم و ظہورکم علی الامم و ما اوتیتکم من رفیع و شانکم فالحق کل ذلک عارفون و ساخبرون عن جالنا ان اللہ ولہ الحمد انزلنا بقضار من الارض مع الماء الزر والعیش انقشت یا کل قوبینا ضعیفاً و نقطع ارحامنا و نقتل اولادنا خشية الاملاق ونعبد الاوثان فبینا نحن کذلک اذ بعث اللہ فینا بنینا واکرم ازمرمة علینا وامرنا ان یدعوا الناس الی شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان نعمل بکتاب انزلہ الینا فامنا بہ وصدقناہ فامرنا ان ندعوا الناس الی ما امرک اللہ فمن اجابنا کان لہ مالنا وعلیہ مالنا ومن ابی ذلک سالنا لا الحزیۃ عن ید فمن ابی جاہدنا لا وانا ادعوك الی مثل ذلک فان ابیت فالسیف۔ الاخبار الطوال لابی حنیفۃ الدین یوسفؒ

اس مجاہدانہ انداز سے ان کی حق گوئی اور بلا خوف و خطر اور بڑے بڑے باہمیت بادشاہوں کے درباروں میں اپنی مہیب و پر جلال آواز سے تمام درباریوں کو سراسیمہ کر دینا ادنیٰ اثر تھا۔ اس انقلابی پیغمبر کی تعلیم کا جس نے بھی تعلیم دی تھی۔ کہ لانا فاع و لا اضرار الا اللہ بجلال ایسی تعلیم جن کے رگ و ریشہ میں موجزن ہو۔ اُس کو ان مادی طاقتوں اور پر مہمیت بادشاہوں کے درباروں سے کیا جھجک محسوس ہو سکتا ہے۔ (فدا الابی و امی) حضرت عمرؓ نے امیر لشکر حضرت سعدؓ کو لکھا۔ کہ بادشاہ فارس کو اللہ کا پیغام پہنچاؤ اور اسلام کی دعوت دو۔ چنانچہ حضرت سعدؓ نے عمرو بن سعدؓ کیب اور اشعثؓ کنندی کو مجاہدین اسلام کے ایک گروہ کے ساتھ خلائی مذہب پیش کرنے کے لئے روانہ کیا۔ جب یہ وفد رستم کے پاس پہنچا۔ تو اس نے سفیہؓ ہنہجہ میں کہا۔ کہ آپ کا کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ دوولان گفت گویں صحابہ کرام نے رستم سے نہایت دلیری کے ساتھ فرمایا۔ ہمارے نبیؐ نے ہمسے وعدہ کیا ہے۔ کہ ہم تمہارے زمین پر غالب ہو کر رہیں گے۔ رستم نے یہ سن کر ایک مٹی کا ٹوکرا منگوایا اور کہا ہمارے

زمین سے یہ تمنا راسخ ہے جس کا تم کو تمنا ہے داعی نے وعدہ کیا ہے جھٹ عمرو نے بڑھک اپنی چادر بچھا دی۔ اور اس مٹی کو فوراً امیں ڈالکر چیتے بنے۔ اس پر ان سے سوال کیا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا۔ عمرو نے جواب دیا۔ تفاؤلت بآن ارضہم تصیر الینا ونغلب علیہا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ان صحراشین عربوں کے قدم سے ایرانی تاج و تخت روند گیا۔ اور اس کا ایسا عبرت ناک خاکہ ہوا۔ کہ آج تک اس بادشاہت کا نشان پھر قائم نہ ہو سکا۔ عربوں کی بے پناہ طاقت دیکھ کر یزدجر بحالت فرار اپنی زبان سے یوں کہہ رہا تھا۔ اور آسمان کو مخاطب کر رہا تھا۔

تھا کہ افسوس اور صد افسوس

ز شیر شتر خوردن سوسمار	عرب راجا ایں رسید است کار
کہ تخت یکہاں را کشت آرزو	لغو بر تو اے چرخ گرداں لغو
پرستار زادوں کو بخشی حکومت	در ندوں کو سکھادی رسم اخوت
بتائے زمانے کو اسرار حکمت	کیا اہل عالم کو شیدائے نفرت
غلاموں کو کشورتاں کر کے چھوڑا	شہبازوں کو عرش آتیاں کر کے چھوڑا

جب شکست خوردہ ایرانی فوج میدان کارزار چھوڑ کر رائیں میں پناہ گزین ہوئی اور معاً جنگی تیاریوں میں مصروف ہوئے۔ ادھر اسلامی لشکر و جلد کے کنارے مدائن کے مقابلہ میں آکر نقیم ہوا۔ جب حضرت سعد سپہ سالار کو ان کی سازش سے آگاہ ہی ہوئی۔ تو آپ نے عبیدر جلد کے لئے فوج کو حکم دیا۔ اور پہلے خود ہی اپنا گھڑا دریا میں بسم اللہ لکھ کر ڈال دیا۔ پھر کیا تھا۔ تمام لشکر نے حضرت سعد کے پیچھے اپنی سواریوں کو دریا میں ڈال دیا۔ اسی کے نام پر توکل کرتے ہوئے جس کے دین کی حفاظت کیلئے گھر بار چھوڑا تھا۔ خدا کے فضل سے تمام لشکر صحیح سالم پار آکر مدائن میں داخل ہوا۔ جب ایرانیوں نے یہ کیفیت سنی تو خوف و ہراس سے ایک زبان ہو کر کہنے لگے۔ دیوان آمدنہ دیوان آمدنہ اس تاریخی واقعہ کے نقل سے اخذ یہ کرنا ہے کہ جلد جیسے ذخار و مہاج دریا کو عربوں نے کیسے عبیدر کیا۔ اور دامن کو ترہم ہو دیا۔ وہ دریا جس کے طول و عرض دیکھ کر انسانی قلوب لرز جاتے تھے۔ معلوم کہ یہ اسی انفسدانی مصلح کی نگاہ کا ادنیٰ کرشمہ تھا۔

یہ اسی کی نگاہ کا تھا کرشمہ بحر عرب کے بچے	کھیلنے باتے تھے ایوان گہ مری میں شکار
یہ اسی کی نگاہ کا تھا نتیجہ کہ عرب کے راہزن	فاش کرنے لگے جبریل امین کے اسرار

حضرت سلمان فارسی نے اسی وقت تمام لشکر کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ یا معشر المسلمین ان الله

ذلل لکم البجو کما ذلل لکم البر اما وانہ لی نفسی بیدک لیضیرن ویلبدلن
صحابہ کرام کی ہمت کو دیکھ کر جذبہ جیہ موج دریا راستہ دے دیتے ہیں۔

دشت تو دشت رہے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے

بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

وہی صحابہ کرام تھے جو اس انقلابی پیغمبر کی صحبت سے فیض یاب یورپ کے کلیسے اور افریقہ کے چتے ہوئے
صحراؤں میں نمہ اشہدان لا الہ الا اللہ سے صحراؤں اور کلیساؤں کو مانوس کرتے ہیں اور

خدا کے ذکر سے جنگلوں اور کلیساؤں کو نشترِ توحید پر شاہد ثبت کرتے ہیں۔

تھے ہیں اکیس تیرے معرکہ آراؤں میں | خشکیوں میں لڑتے کبھی دریاؤں میں

دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں | اور کبھی افریقہ کے چتے ہوئے صحراؤں میں

شان آنکھوں میں نہ جتنی تھی جہانداروں کی | کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تندروں کی۔

حکایت بُد بے پایاں پر خاموشی ادا کر دم :
وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاءُ

آرزو

شعروں کا اشتیاق نہ دیواں کی آرزو | یارب جو آرزو ہے تو ایساں کی آرزو
مجھ کو تو ضربِ قوتِ حیدر کی ہے تلاش || مجھ کو نہیں ہر نقص پریشاں کی آرزو
زمزم کے ایک قطرے پرے کاش میں نثار || مجھ کو نہیں ہے ساغرِ دوراں کی آرزو
عزمِ لبِ قوتِ بازو دے ذوالمنن | مجھ کو ہے ایک طارقِ ذی شل کی آرزو

مجھ کو نفیس خاکِ مدینہ غریبہ ہے

مجھ کو نہیں ہے باغ و گلستاں کی آرزو

نفیس خیمائی

اصول دستور اسلامی

(علامہ محمد اسد صاحب ڈاکٹر کٹر محکمہ احیاء ملت اسلامیہ مغربی پنجاب)

علامہ محمد اسد صاحب نو مسلم محکمہ احیاء ملت اسلامیہ کے ڈاکٹر اور ایک مشہور فاضل اور ماہر علوم دینیہ ہیں۔ "عرفات" کے نام سے ایک انگریزی رسالہ انہوں نے ڈھلوی سے جاری کیا تھا۔ ابھی اس کے چند ہی نمبر شائع ہوئے تھے۔ کہ تقسیم ہند کی وجہ سے فسادات کا سلسلہ شروع ہوا۔ علامہ اسد صاحب بھی لاہور تشریف لائے۔ کافی عرصہ تک رسالہ مندرجہ اس دوران میں حکومت مغربی پنجاب نے محکمہ احیاء ملت اسلامیہ کے قیام کا اعلان کیا۔ اور علامہ موصوف کو اس محکمہ کا ڈاکٹر مقرر کیا گیا۔ انہوں نے محکمہ کی طرف سے "عرفات" انگریزی اور اردو ہر دو زبانوں میں سہ ماہی جاری کر دیا۔ قیام پاکستان کے بعد یہ اہم سوال درپیش ہے کہ یہاں کا آئینہ نظام حکومت کیا ہو۔ اور دستور پاکستان کے بنیادی اصول کیا ہوں۔ ظاہر ہے کہ ایک مسلمان اس سوال کے جواب میں اور کچھ کہہ ہی نہیں سکتا۔ سوائے اس کے کہ یہاں اسلامی اور قرآنی نظام حکومت ہو۔ مگر اسلامی نظام حکومت کیا ہوتا ہے۔ اس کے اصول کیا ہیں۔ ہمارے لیڈر اور برسرِ اقتدار طبقہ کے لوگ مغربی تعلیمات اور یو۔ پی۔ اثرات کی وجہ سے اس کو نہیں سمجھتے۔ اُن بچاروں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔ کہ اس بیسویں صدی میں اسلام اُن کے تمام امور کے لئے کافی ہو سکتا ہے۔ اور ہر معاملہ میں اُن کی رہنمائی کے لئے کام دے سکتا ہے۔ ایسے لوگوں کو اسلامی دستور کے اصول سمجھانے کیلئے "عرفات" میں علامہ محمد اسد صاحب نے ایک طویل مقالہ لکھا ہے اور چند بنیادی حقیقتیں جن کے بغیر کوئی حکومت اسلامی حکومت نہیں کہلائی جا سکتی۔ بڑی وضاحت کیساتھ سمجھا دی ہیں۔ ہم اصولاً اس تمام مقالہ کے ساتھ اتفاق رائے رکھتے ہیں۔ بعض جزئی باتوں میں اور بعض امور کی تفصیل میں ہماری رائے علامہ موصوف کی رائے سے مختلف ہو سکتی ہے۔ اس لئے ہم اُن مختلف فیہا امور میں اپنا حق اختلاف و تنقید محفوظ رکھتے ہیں۔ مقالہ بہت طویل ہے اور دستور اسلامی کے

اصول کے دفعات بیان کرنے کے ساتھ ہی علامہ موصوف نے ہر دفعہ کے ساتھ اسکی خوب تشریح کی ہے۔ اور دلائل بھی دیئے ہیں۔ مگر قارئین شمس الاسلام کے سامنے ہم صرف ان دفعات کو نقل کرتے ہیں اور ان کی تشریحات اور ان پر گفت گو کسی آئینہ اشاعت میں کر دی جائے گی۔ ان دفعات اور بنیادی اصولوں سے آپ اتنا اندازہ لگا سکیں گے۔ کہ جب تک ان اصولوں کو تسلیم نہ کیا جائے کوئی حکومت اسلامی حکومت کسلائی نہیں جاسکتی (ادارہ شمس الاسلام)

اسلامی ریاست میں حاکمیت کا اصل سرچشمہ خدا ہی کی ذات ہے۔ اس لئے ہمارے دستور کی پہلی دفعہ یہ ہونا چاہیئے۔

۱۔ ریاست کا اختیار و اقتدار ایک امانت ہے خدا کی طرف سے تاکہ لوگ اسلامی شریعت کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔ ہم کسی دستور کو اسلامی نہیں ٹھہرا سکتے جب تک اس میں ذیل کی شق موجود نہ ہو۔ وہ احکام شریعت جن کا تعلق امور جماعت سے ہے۔ قانون عامہ کی ناقابل تغیر اساس ہیں۔

۲۔ جو وقتی قانون خواہ اس کی حیثیت حکم کی ہو۔ یا رخصت کی احکام شریعت کے منافی ہوگا۔ پل ٹھہرے گا۔

اسلامی نظام اجتماع کا مقصد چونکہ دنیا بھر میں شریعت اسلامی نافذ کرنا ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ ریاست کی تمام قیادت اس شخص کے ہاتھ میں ہو جو خود بھی مسلمان اور شریعت پر ایمان رکھتا ہے۔ ہمارا مقصد نسلی اور ثقافتی خود اختیاری تو ہے نہیں۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ اسلام ہی تمام معاملات میں علما ہمارے رہنمائی کرے۔ لیکن ہمیں بھی معلوم ہے۔ کہ اس مقصد میں کامیابی کے لئے وقت چاہیئے۔ ہمارا روحانی انحطاط آج کی نہیں پرانی بات ہے۔ ہمارے یہاں بہت کافی مذہب اور بہت کافی "حریت پسند" لوگ موجود ہیں جن کے نزدیک مذہب زمانہ ماضی کی ایک تکلیف وہ یاد گار ہے۔ مختصر آئیہ کہ ہم میں ایسے لوگ بہت ہیں جو صرف نام کے مسلمان ہیں جن کو نہ اسلامی مقاصد کے لئے کچھ کرنے کی ہمت ہے نہ کوئی حسینہ ان کو اس پر ابھارتی ہے۔ لہذا ہم اپنے مقصد میں تندرید اور دھورو سہہ کر ہی کامیاب ہو سکتے ہیں۔ بہ ایں پاکستان کے مسلمان جو دستور آج ترتیب دیئے وہ دیر تک اس معاملہ میں ہماری رہنمائی کرے گا۔ اندریں صورت ہمارا فرض ہے

کہ پاکستان کے لئے جو آئین تیار کریں۔ اس نہج پر کریں۔ کہ ہماری خامیوں کے باوجود صحیح اسلامی ارتقاء کا سنگ بنیاد ثابت ہوں ہمیں سب سے پہلے ہر مسلمان پر واضح کر دینا چاہیئے کہ اسلامی ریاست کے بغیر اسلامی زندگی ناممکن ہے۔ علیٰ ہذا یہ کہ جب تک کسی ریاست کا نظم و نسق اُن لوگوں کے ہاتھ میں نہیں آتا جو احکام اللہ کی اطاعت پر دل و جان سے تیار نہیں۔ اسے اسلامی معیار نامہ غلط ہوگا۔

(۴) سر ریاست یعنی امیر مہیشہ مسلمان ہوگا۔ اور اس کا انتخاب ملت کرے گی۔ انتخاب ہر امیر اعلان کرے گا۔ کہ اس کی حکومت شریعت اسلامی کی پابند رہے گی۔

(۵) ہمارے دستور میں ایک دفعہ یہ ہونی چاہیئے۔ کہ ریاست کے اختیارات قانون سازی مجلس شوریٰ کے ذمہ ہوں گے۔ اور ملت اس کے ارکان کا آزادانہ انتخاب کرے گی مجلس کو حق ہے۔ کہ تمام ایسے امور میں جو شرعاً مباح ہیں۔ قانون وضع کرے۔ اس کی صدارت امیر یا ارکان مجلس میں سے امیر کا کئی مندوب کرے گا۔ مجلس جو قانون وضع کرے گی حکومت اس کے نفاذ پر مجبور ہوگی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض احادیث پر غور کیجئے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ ریاست کے کسی انتخابی منصب یا عہدے کے لئے اپنا نام آپ پیش کرنا ممنوع ہے (پھر چند حدیثیں اس مضمون کی نقل کی ہیں) لہٰذا یہ امر اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہوگا۔ اگر ہم اپنے دستور میں صاف صاف کہہ دیں۔

(۶) جو کوئی حکومت کے کسی منصب یا انتخابی مجلس کی رکنیت کے لئے اپنا نام آپ پیش کرے گا۔ وہ اس تقرر یا انتخاب کا خود بخود نااہل قرار دیا جائے گا۔

(۷) امیر رئیس حکومت ہوگا۔ اور امور حکومت کے لئے بھی وہی مجلس شوریٰ کے سامنے جواب دہ تصور کیا جائے گا۔ امیر ہی اپنی سمجھ سے وزراء کا تقرر اور برطرفی کرے گا۔ وزراء اس کے معتمدین کی حیثیت سے کام کریں گے۔ اور صرف اس کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔

(۸) دستور کی محافظت دارالقضاۃ عالی کے ذمے ہے جس کے ارکان کا انتخاب مجلس شوریٰ امیر کی رائے سے کرے گی۔ دارالقضاۃ کو اختیار ہوگا۔ کہ (الف) ایسے تمام امور میں جو امیر اور مجلس شوریٰ

۱۔ علامہ اسد صاحب نے اس مضمون کو خوب پھلایا کہ بیان کر دیا ہے مختصراً تو ہم نے نقل کر دیا کسی آئینہء شاعت میں اسکو مکمل شائع کریں گے۔ کیونکہ ہمیں بہت سے زائفین کے اعتراضات کا جواب موجود ہے۔

کے درمیان مختلف فیم ہیں۔ اور جن کو جانبین میں سے کوئی دارالقضاء کے سپرد کرے۔ قرآن و سنت کے منصوص احکام کے ماتحت اپنا فیصلہ دے۔ (ب) خود اپنی طرف سے مجلس شورعی کے کسی قانونی فیصلے یا امیر کے انتظامی فعل کو جو اس کی سوچی سمجھی ہوئی رائے کے مطابق قرآن و سنت کے کسی منصوص حکم کے خلاف ہے۔ رد کر دے۔ اور (ج) اگر مجلس شورعی کی دو تہائی اکثریت امیر بخلاف اس بنا پر مقدمہ چلانے کا فیصلہ کرے۔ کہ اس کی حکومت شریعت کی کھلی کھلی نافرمانی کر رہی ہے۔ تو امیر کے عزل کا مسئلہ طے کرنے کے لئے استصواب عام کا حکم دے۔

ارکان دارالقضاء کا شریعت اسلامی میں پورا پورا اعتبار رکھنے کے علاوہ عام طور سے اعلیٰ پایہ کا تعلیم یافتہ اور اس کے ساتھ ساتھ دنیا سے باخبر ہونا ضروری ہے۔

۹ ہر شہری کو تحریراً اولتاً سربراہی پہنچتا ہے۔ کہ جماعتی معاملات میں جس پر چاہے۔ اظہار رائے کرے۔ بشرطیکہ اس اظہار رائے کا یہ مطلب نہ ہو کہ (الف) لوگوں کو اسلامی عقائد سے برگشتہ کیا جائے (ب) شریعت اسلامی کے خلاف اکسایا یا حکومت وقت کے خلاف بغاوت پر اکھلا جائے۔ یا (ج) اس سے تہذیب و شائستگی کو صدمہ پہنچے۔

اس دفعہ کی شق اول سے قطعی طور پر یہ نتیجہ مترتب ہوتا ہے۔ کہ ایک اسلامی ریاست میں کسی غیر مسلم کو اسلام کے خلاف تبلیغ اور یوں مسلمانوں کو اس امر پر آمادہ کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔ کہ اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا مذہب قبول کریں۔ غیر مسلمانوں کو اس امر کی اجازت ہوگی۔ کہ دوسرے غیر مسلموں کے اندر اپنے مذہب کی تبلیغ کریں۔ لیکن وہ ان قصودات کے خلاف کیوں کر زبان کھول سکتے ہیں جن پر خود ریاست کی مہتمی کا دار و مدار ہے۔ لہذا ہمیں دستہ میں ذیل کی ایک دفعہ بھی رکھنا پڑے گی

۱۰ غیر مسلم شہریوں کو اس امر کی آزادی ہے۔ کہ اپنے یا مسلمانوں کے علاوہ دوسرے مذاہب کے پیروں میں مذہبی تبلیغ کریں۔ لیکن مسلمانوں میں کسی دوسرے مذہب کی تبلیغ کرنا جرم قابل مواخذہ ہوگا اور اس کی قانوناً سزا دی جائے گی۔

۱۱ ریاست اس بات کا ذمہ لیتی ہے۔ کہ ہر شخص کو اپنے مذہبی عقاید اور مذہبی رسوم کی بحال آدری میں لورپی لوری آزادی ہوگی۔ اور وہ اپنی تہذیب و تمدن کے مسئلہ مقاصد کی تکمیل بھی کر سکے گا۔ غیر مسلمانوں کو ان کے ضمیر اور مرضی کے خلاف اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ کسی غیر مسلمان کو جبکہ مسلمان کرنا جرم قابل مواخذہ ہوگا۔ اور اس کی قانوناً سزا دی جائے گی۔

(۱۲) ریاست کے ہر علاقے میں سب شہریوں کو خواہ وہ مرد ہوں۔ یا عورت سال کی عمر سے لیکر کی عمر تک لازمی اور مفت تعلیم دی جائے گی۔ اور حکومت کا فرض ہوگا۔ کہ مدارس کے قیام و انصرام کی مناسب ذمہ داری لے۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے۔ ان کے نصابِ تعلیم میں مینیات کو جزو لازم قرار دیا جائے گا۔ نیز ایسے مدارس میں جو حکومت کے ماتحت ہیں۔ غیر مسلمانوں کے لئے خود ان کے عقائد کے مطابق مذہبی تعلیم کا انتظام کرنا ضروری ہوگا۔ بشرطیکہ وہ اس کا مطالبہ کریں۔

(۱۳) کسی شہری کی جان۔ مال اور آزادی سے کوئی تعرض نہیں کیا جائیگا۔ اور سوائے اسکے کہ قانون کا تقاضا ہو اس کی جان۔ مال اور آزادی ہر طرح سے محفوظ رہے گی

(۱۴) ریاست کی ذمہ داری ہے۔ کہ ہر شہری کا یہ حق تسلیم کرے کہ (الف) جب تک وہ کام کرنے کا اہل اور تندرست ہے۔ اُسے کوئی نہ کوئی بار آور اور آمدنی خیز کام ملنا ہے گا۔ (ب) دورانِ علالت میں مفت اور مناسب طبی امداد حاصل رہے گی (ج) اور ایسے حالات میں جب علالت۔ مجبورانہ بیروزگاری۔ پیرانہ سالی یا صغر سنی کے باعث وہ کسبِ معاش سے محذور ہے۔ اس کے لئے خوراک۔ لباس اور مکان کا انتظام کیا جائے گا۔ کوئی شہری جب کہ دوسروں کے پاس ضرورت سے زیادہ ہے بے جا عسرت اور تنگی کا شکار نہیں ہوگا۔ بلکہ اس بے جا عسرت اور تنگی کا ازالہ لازمی اور مفت سرکاری نیچے کے ذریعے کیا جائیگا۔ تاکہ ہر شہری کے لئے اقل اقل گزارے کا جس کی تعیین حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے از روئے قانون کی جائے گی۔ انتظام رہے۔

یہاں ان شرعی اصولوں کی بحث ختم ہو جاتی ہے۔ جن کو ہم نے اساسی قرار دیا تھا۔ اور جن کا پاکستان کے دستوریں۔ اگر پاکستان کو نام کی بجائے نے الحقیقت ایک اسلامی ریاست بنا ہے۔ مثال کو لبنا ضروری ہوگا۔ پھر جیسا کہ قارئین دیکھ آئے ہیں۔ راسم الحروف نے اس دستور کا مسودہ تیار کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اس لئے کہ ہمارے نزدیک یہ کام شہری یعنی باقاعدہ انتخاب شدہ مجلس دستور ساز کے کرنے کا ہے۔ ہم نے صرف یہ دکھانے کی کوشش کی ہے۔ کہ قرآن و سنت سے ہمیں ایک سیاسی قانون کا نہایت صاف صاف اور واضح خاکہ مل جاتا ہے جس کی تفصیل اور جزئیات کی خانہ پری ہر زمانہ اپنے اجتہاد سے کر لیا۔ پھر قرآن و سنت یعنی اسلام کے ان دو ماخذ میں اس قانونِ ریاست کی موجودگی سب سے پوری دلیل ہے۔ ان لوگوں کے خلاف جو اپنے شوقِ تجدد میں اس بات کے خواہشمند ہیں۔ کہ پاکستان کے آئینہ دستور کو ریاست کے غیر اسلامی تصورات کے ماتحت لے آئیں۔ اس طرح وہ گویا دینی زبان سے

اسلام کے اس دعویٰ کا انکار ہی نہیں کر رہے کہ اس کے تصورات بہر اعتبار سے جامع اور کامل و مکمل ہیں۔ بلکہ پاکستان کے حقیقی تصور کو بھی نیست و نابود کر دینا چاہتے ہیں۔ کیونکہ اگر ہماری ریاست کی تشکیل اور رہنمائی کا دار و مدار اسلام پر نہیں تو پھر ایک "اسلامی" ریاست کی ضرورت ہی کیا ہے؟

لیکن یہی نکتہ ہے جو ہمارے نام نہاد "روشن خیال" طبقے کی سمجھ میں نہیں آتا۔ وہ نہیں سمجھتے کہ ایک ایسی ریاست کے لئے جو کسی دینی جماعت کے نام اور اس کی خاطر سے وجود میں آئے۔ لازماً تصوراتی ہونا ضروری ہے۔ ورنہ اس کی تائیس کا اصل مقصد فوت ہو جائے گا۔

لہذا راقم الحروف کے نزدیک سب سے بڑا مسئلہ جو اس وقت ہماری مجلس و ستور سادہ کے ارکان کو درپیش ہے۔ وہ یہ کہ ریاست اور قوم کے معاملے میں ان کے انکار کا رخ مغرب کی بجائے اسلام کی طرف پھر جائے۔ لیکن سرورست ہمارا تعلیم یافتہ طبقہ مرد و عورتیں سب اندھا دھند مغربی خیالات کی رو میں بہہ رہے اور بھولے پن سے یہ سمجھتے ہیں۔ کہ جو چیز مغرب سے آئے۔ وہ لامحالہ وقت کے مطابق ہوگی رفتہ رفتہ اس خیال کے ماتحت جس کی وجہ سے اسلام سے ناواقفیت اور بے اعتنائی وہ ملت اسلامیہ کے اندر جو کچھ ہو رہا ہے یا آگے چل کر ہوگا۔ اس پر بھی یونہی بے سوچے سمجھے مغربی مصطلحات اور مغربی تصورات کا اطلاق کرنا شروع کر دیتے ہیں مثلاً جب کبھی اسلام کے اصول مساوات اور حریت سیاسی پر زور دینے کا موقع آتا ہے۔ اور وہ بھی غریب مسکوں کے سامنے۔ تو ہمارے یہ افرنجیت ماب دوست قطعی طور سے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ مغربی جمہوریت اور ریاست کی اسلامی تصویر میں کوئی فرق نہیں۔ ایسے ہی اگر معاشی انصاف کا مسئلہ زیر بحث آئے جس پر تشرکان مجید نے بار بار اور نہایت زوردار الفاظ میں اصرار کیا ہے۔ تو یہ حضرات اپنی کوڑھیلی سے فوراً گھماٹھتے ہیں۔ کہ قرآن پاک کا اصول انصاف محض ایک آغاز تھا۔ مگر کسی اشتراکیت کی کسی ایک یا دوسری شکل کا اور پھر دونوں صورتوں میں ان کی دلیل یہ ہوتی ہے۔ کہ اگر اسلام نے مغربی غور و فکر کے ان دو مظاہر کی ستراسر متابعت نہیں کی تو اس کو "زمانے کے مطابق" ٹھہرانا شکل ہو جائے گا۔ انہیں اس بات کا خیال ہی نہیں آتا۔ کہ خود اپنے غور و فکر سے کام لیکر اتنا معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ آیا اسلام نے سرمایہ دارانہ جمہوریت جو استحقاق دولت پر مبنی ہے اور اس لئے حقیقی جمہوریت سے بہت دور۔ یا ماکریت جیسے زندگی کی روحانی قدروں سے انکار ہے۔ اور چاہتی ہے۔ کہ انسانی معاشرہ دیک کے گھریا شدہ کے چھتے کی صورت اختیار کر لے۔ دونوں کے مقابلے میں ایک اپنا بدل پیش کیا ہے یا نہیں۔ کیوں ان کے دل و دماغ پر ہمیشہ مغربی خیالات چھائے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ عوام کی خاطر اسلامی اصطلاحات میں

گفتگو کرتے ہوئے بھی ان کے ذہن میں مغرب کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔

اسلامی اصطلاحات میں اس لئے کہ عوام کو باوصف جہالت اگر دلچسپی ہے۔ تو زیادہ تر اسلام ہی کے عملی امکانات سے وہ مذہبی فریض کی بجائے اور سی میں بے شک سستی اور تباہی سے کام لیتے اور بعض اوقات ایسی باتیں کر بیٹھتے ہیں۔ جن کی اسلام مطلقاً اجازت نہیں دیتا۔ لیکن ان کے دل کے کسی مخفی گوشے میں اسلام سے عشق کی ایک چمکدار دیوہی ہے۔ کہ ادھر اسلام کے لئے کوئی نتیجہ خیز دلدل سپاہیہ اور ادھر یہ چنگاری بومرنگ اٹھی۔ برعکس اس کے ہمارے "ترقی پسند" حضرات میں سے بعض کو اس سے کچھ حید باقی تعلق ضرور ہے۔ لیکن وہ اپنی مغربی تعلیم اور مغربی طرز معاشرت کے زیر اثر اس بات پر مجبور ہیں۔ کہ اسلام کو ایک ناقابل عمل خیال پرستی سے تعبیر کرتے ہوئے عملی سیاسیات میں مغرب کی ویسی ہی کورانہ تقلید کرتے رہیں جیسے بھڑوں کا گلہ اپنی رہنما بھڑ کی۔

یوں بھی اس خطرے کے علاوہ جو مغرب کی سیاسی اور اجتماعی صورتِ حالات میں صاف صاف جھلک رہا ہے۔ ہمارا مطلب ہے۔ قوموں کی اندرونی کشاکش اور باہمی جنگوں، اجتماعی اخلاق کے زوال، سرمایہ داری کی معاشی نا انصافی اور جیسا کہ اشتمالیت کا تقاضا ہے۔ حریت ذات کے خاتمے سے، ایک اور وجہ بھی ہے، نہایت اہم وجہ جس کی بنا پر لازم آتا ہے۔ کہ مغربی دنیا کی مخصوص سیاسی تشکیلات سے کنارہ کشی کی جائے۔ اور وہ یہ کہ موجودہ زمانے میں مسلمانوں کو یہ موقع کبھی نہیں ملا تھا۔ کہ اپنی لوح دل کو ہر بات سے پاک و صاف کرتے ہوئے خود اپنے آپ اور لاکھوں کروڑوں مسلمانوں پر جو دنیا کے دوسرے حصوں میں آباد، تہذیب اور نہایت خوردہ ذہنیت کا شکار ہو چکے ہیں۔ یہ ظاہر کر دیں۔ کہ اسلامی شریعت محض خشک تصنیفات اور چلنے چڑھے و غطا و فضیحت کا موضوع نہیں۔ بلکہ حیات انسانی کا ایک زندہ اور متحرک لائحہ عمل۔ وہ لائحہ عمل جو اپنا آپ غمناک اور ہر قسم کی وقتی صورتِ جہلوں سے آزاد ہے۔ لہذا ہر حالت اور ہر زمانے میں قابل عمل۔ اسی لائحہ عمل سے ملت کو اپنے ارتقاء اور نشوونما کے راستے میں کوئی روکاؤ پیش نہیں آئے گی۔ برعکس اس کے یہ وہ لائحہ عمل ہے جس پر چل کر وہ دنیا بھر میں سب سے زیادہ ترقی پذیر، سب سے زیادہ خود اعتماد اور سب سے زیادہ طاقت ور جماعت بن جائے گی۔



حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ اور شعرا زمانہ

استاذ الاساتذہ شیخ الفیقہ والادب حضرت مولانا اعجاز علی صاحب زید محمد ہرم مفتی اعظم و استاذ فقہ و ادب دارالعلوم دیوبند نے رسالہ "دارالعلوم میں ایک مضمون شائع کیا ہے جس میں انہوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے دور خلافت کا ایک واقعہ ذکر فرمایا ہے۔ عربی ادب کے شوقین حضرات اور ادیبانہ مذاق رکھنے والوں کی تفریح طبع کے لئے ہم نے بھی اس حصہ مضمون کو شائع کر دیا۔ مگر محض تفریح طبع اور ادیبانہ ذوق کی تکمیل ہمارے ہاں کوئی خاص مقصد نہیں۔ ہم اس واقعہ کو ایک دوسرے مقصد کی طرف رہنمائی کے طور پر نقل کرتے ہیں۔ امداد کی خلیفہ راشد کا واقعہ اپنے لئے موجودہ حالات میں نمونہ عمل بنانا چاہتے ہیں۔ بیان واقعہ کے بعد اس بارے میں ہمارا نوٹ ضرور ملاحظہ کریں۔ (ادوارہ)

خلفائے راشدین کی خلافت کے بعد زمانہ نے بہت سے رنگ بدلے حکومت اور امارت کے بہت سے انقلابات ہوئے۔ حکمرانوں کی جماعت بادشاہ بھی کہی گئی۔ اذنیفہ یا امیر المؤمنین بھی۔ مگر مسلمان اس خلافت کو ترس گئے۔ جس کو عسلی منہاج النبوۃ کہا جاتا تھا۔ اور جس میں امیر المؤمنین دن کو ایک بیاد مغر سلطان اور رات کو عارف شب زندہ دار ہوا کرتا تھا۔ ہاں ان کے بعد کے خلفاء میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی ذات الکی ایسی مبارک ذات تھی۔ جس نے خلافت راشدہ کی الکی عام جھلک رعایا کو الکی مرتبہ اور دکھ لاکر ان کے قلوب کو منور کر دیا تھا۔ اور جس زہد و ورع کے ساتھ آپ نے اس خلافت کے بار کو اٹھایا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ وہ آپ ہی کے خصوصیات میں سمیٹھا

ع ہر ہو سنکے نذا ند جام و سندان با حقن +

آپ کے مبارک عہد کی ابتداء کا الکی واقعہ نقل کرتے ہیں۔ جس سے آپ کے تقویٰ اور تین کا حال معلوم ہونے کے ساتھ یہ بھی معلوم ہو سکیگا۔ کہ باوجود اس تین کے آپ رعایا کے اقوال و افعال رفت و گشتار سے کس قدر ناخبر رہتے تھے۔ اور شرعی احکام کا کس قدر ادب ملحوظ خاطر تھا۔ اور یہ بھی معلوم ہو جائیگا۔ کہ اس زمانہ کے خلفاء علوم ادبیہ میں کس عالی درجہ پر ہوتے تھے۔

آپ کی تحت نشینی کی ابتداء ہی تھی۔ کہ شعراء کی ایک جماعت نے دربار خلافت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔ شعراء اس امر کے عادی ہو چکے تھے۔ کہ امراء اور سلاطین کے درباروں میں حاضر ہو کر اپنے قصائد مدحیہ سے درباروں کو گرم کریں۔ اور ان سے دل بھر کر لغت اور خلعت ہول کریں۔ ان کے ان مضامین متخلیہ میں ایسی تاثیر ہوتی تھی۔ کہ تجلیل و تہلیل امیر بھی بغیر دیئے نہ رہ سکتا تھا۔ پٹو لکچر اس طرز سے الغامات طلب کرتے تھے۔ کہ حسن طلب ان سے اچھی گویا کسی کو آتی نہ تھی۔ اور ان کے اس ثمرات فکر کا ایسا غلغلہ مچا ہوا تھا۔ کہ بعض بعض امراء تو ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں روپیہ محض اس تمنائیں صرف کر دیا کرتے تھے۔ کہ فلاں مشہور شاعر ہماری مدح میں زیادہ نہ سہی ایک ہی نظم کہدے اور ان میں سے جنگی طبائع زیادہ موجدیں مارتی تھیں۔ ان کی تو ایسی ایسی ٹہری تھیں کہ شاید آجکل کے اوسط درجہ کے قلعہ دار بھی آمدنی میں ان سے مقابلہ نہ کر سکیں۔ غرض یہ کہ ادھر تو ان کے مضامین کی عام رغبت جلیوں اور خزانوں سے روپیہ نکلوانے کے لئے کافی تھی۔ ادھر نہ حسینہ کی عصمت میں ہجو کا خوف بھی سومان روح ہوتا تھا۔ شعراء کی ہجو کیا تھی۔ گویا کہ ایک سیف قاطع تھی۔ کہ جس سے امراء کے قلوب کا پٹا اٹھا کرتے تھے۔ اور شعراء کی جماعت مضامین ہجو پہ کو کچھ ایسے عجیب پریرا میں ادا کرتی تھی۔ کہ بوجہ فصاحت و بلاغت اور مضامین کی عمدگی کے ادھر شاعر کی زبان سے ہجو کے اشعار نکلتے۔ کہ ادھر بچے بچنے ان کو یاد کر لیا۔ اب گویا اس جگہ کا ہر ہر ہجو اس کی ہجو کر رہا ہے۔ غرض یہ کہ شعراء کی جماعت اپنی منہ مانگی مرادیں حاصل کرتی ضرور تھی۔ خواہ اپنے ان تخیلات کی رغبت کی وجہ سے یا ہجو کے خوف سے۔

شعراء کی مذکورہ بالا جماعت امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہونے کی تمنائیں کئی دن تک موجود رہی۔ مگر حاضری کی اجازت نہ ملتا تھی نہ ملی۔ اپنی ذلت کے خیال سے یہ جماعت بے نیل و مرام جانا پسند بھی نہ کرتی تھی۔ حسن اتفاق سے عدی بن اوطاة خلیفۃ المسلمین کی خدمت میں باریاب ہونے کی غرض سے تشریف لائے۔ خلیفۃ المسلمین عدی بن اوطاة کی بوجہ ان کے علم و فضل کے تعظیم و تکریم بہت کرتے تھے۔ اس لئے ان سے اچھا سفارش کرنے والا اس جماعت کو اور کون مضیّب ہو سکتا تھا۔ اس لئے سب کی رائے ہوئی۔ کہ ان کو حاضری کی اجازت دینے کے لئے اپنا شفیق بنایا جاوے۔ اس جماعت میں عرب کا ایک مشہور شاعر عبید بن ربیع نامی موجود تھا۔ فوراً عدی بن اوطاة کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور سامنے آکر نے البدیہ یہ اشعار پڑھے۔

یا ایہا الرجل المزجی مطیتہ
ابلیغ خلیفتنا ان کنت لاقیہ
ہذا ازمانک انی قد خلا زمینی
انی لدی الباب کالمشد ود فی قرن
قد طال مکثی عن اہلی وعن وطنی
لا تنس حاجتنا لاقیت مغفرۃ

ترجمہ: اے بزرگ اپنی سلواری کو تیز مانگنے والے! اب زمانہ آپ حضرات کے موافق ہے ہماری جماعت کا زمانہ تو گیارہ گزرا ہوا۔ اگر آپ دربار خلافت میں باریاب ہوں۔ تو ہمارے خلیفہ کو ہمارا اس قدر پیغام ضرور پہنچا دیں۔ کہ ہماری جماعت آپ کے دروازہ پر اس جانور کی طرح پڑی ہوئی ہے جس کو رسی میں باندھ کر ڈال دیا گیا ہو۔ خدا آپ کی مغفرت کرے۔ آپ ہماری حاجت کو بھول نہ جاویں۔ زمانہ دراز گزرا ہے کہ ہماری جماعت اپنے بال بچوں اور بطن سے دور پڑی ہوئی ہے۔

عدی بن اوطاة سے رقیق القلب پر ان من البیان لسحرل کے مصلوق کلام کا اثر کیوں نہ ہوتا۔ فوراً اتنی دے کر سفارش کا وعدہ فرمایا۔ جب دربار خلافت میں حاضر ہوئے۔ تو باتوں باتوں میں عرض کیا کہ امیر المومنین! شرا کی جماعت دروازہ پر موجود ہے۔ ان کی زبانیں نہر کی بجھی ہوئی ہیں۔ یہ ناراض ہو کر جس کے متعلق اپنی زبان کھولتے ہیں۔ وہ اس قابل نہیں رہتا۔ کہ اپنے دوست۔ احباب۔ عزیز اقارب کسی کو اپنا منہ دکھا سکے۔ ان کے اشارے کے تیر جب ان کی زبانوں کی گمانوں سے چلتے ہیں۔ تو کبھی خطا نہیں کرتے ہیں۔ اگر آپ ان کو حاضری کی اجازت دے کر ان کو کچھ تھوڑا بہت دیکر دہن سگ بہ لقمہ دوختہ بہ پر عمل کریں تو نامناسب نہیں بلکہ خلافت کے رعب و اب میں فرق نہ آوے۔

خلیفۃ المسلمین! رہنمایت بے اعتنائی کے ساتھ اس جماعت کو میرے پاس آنے سے کیا واسطہ۔ میں اپنے عزیز وقت کو ان کی اغیات میں صرف کرنا بے فائدہ سمجھتا ہوں۔

عدی بن اوطاة! امیر المومنین! آپ نے میری گزارش پر غور نہیں فرمایا۔

ان کی حاضری اس قدر بیکار نہیں جس قدر کہ غلامان عالی کے ذہن میں ہے۔ اور آپ تو آپ ہیں۔ کیا آپ نے نہیں سنا کہ سرور کائنات علیہ الف الف صلوات و تحیات کی مدح کی گئی اور آپ نے خود سنی اور اس پر انعام عطا فرمایا۔ تمام مسلمانوں اور خصوصاً امیر المومنین سے متبع شریعت کے لئے اس سے زیادہ اور کیا چاہیے۔ کہ وہ خاتم الانبیاء روحی و روح ابی و امی فداہ کا اتباع کریں

امیر المؤمنین! (کچھ تامل کے بعد) آپ نے بجا فرمایا۔ مگر یہ تو معلوم ہو کہ ان میں سے کون کون حاضری کی اجازت کا طالب ہے۔

عدی بن اوطاة! امیر المؤمنین! حاضری کی تمنا کرنے والوں میں حضور کے چچا زاد بھائی عمرو بن ربیعہ القرظی بھی ہیں جن کی فصاحت و بلاغت - نظم و اثر کا سکہ چاہتا ہے امیر المؤمنین! اس نام سے نہایت برافروختہ ہو کہم خدا اس کی قرابت کو برباد کرے اور اس کو زندگی میں کبھی عزت نصیب نہ ہو۔ یہ شخص وہ ہی تو ہے جس کے یہ اشعار مجھ تک پہنچے ہیں۔

واللہ لیتنی فی بومئذ نو منیتی شملت الذی مابین عینک والہم
ولیت طھو علی کان رقیاق کلہ ولیت حنوطی من مشاشک والدم
ویالیت سلمی فی القبر صلیحیتی ہنالک اوفی حنۃ اوجھنم

ترجمہ:- اے کاش کہ جس روز میری موت مجھ سے قریب ہوتی۔ اس روز میں تیری آنکھوں اور منہ کے مابین کو سونگھتا اور چومتا۔ اور اے کاش کہ مرنے کے بعد جس چیز سے مجھ کو غسل دیا جاتا وہ تیرے لعابِ دہن ہوتا۔ اور اے کاش کہ وہ خوشبو جو مرنے کے بعد میرے بدن اور کفن پر لگائی جاتی وہ تیرے ہی گوشت کی ہوتی۔ اور اے کاش کہ سلمیٰ (محبوبہ کا نام ہے) قبر میں میرے ہم بستر ہوتی۔ خواہ یہاں یا جنت میں یا دوزخ میں!

اگر یہ دشمن خدا اس قدر کرتا کہ دنیا میں سلمیٰ سے ملنے کی تمنا کرتا اور اس کے کفارہ میں اعمالِ صالحہ کرتا اور اس قدر خرافات نہ بکتا کہ جہنم میں بھی اس سے ملنے کی تمنا کا اظہار کرتا تو بھی اس قدر برا نہ ہوتا۔ خدا کی قسم! میں ایسے بیاک بگستاخ - منہ زور کو ہرگز ہرگز دیتے پاس نہ آنے دوں گا۔ اچھا اس کے بوا کسی اور کا نام لیجئے جو حاضری کا خواستگار ہو۔

عدی بن اوطاة! جمیل بن معمر العذری بھی موجود ہے۔ ہوا آج اپنا نذیر خود ہے۔ اس کی شکایت تو غالباً امیر المؤمنین نے بھی نہ سنی ہوگی۔

امیر المؤمنین! نہایت نفرت کے ساتھ) کیا یہ وہ شخص نہیں کہ جس کی جبارت یہاں تک

پہنچ گئی۔ کہ وہ اس قسم کے اشعار تصنیف کرے اور ان پر فخر کرے۔

(باقی آئندہ)

رسول اکرم رحمتہ للعالمین محمد مصطفیٰ

عظمت تکمیل ہدایت و ختم رسالت کی

(مولانا افتخار احمد صاحب بگوی)

جب سے یہ عالم کون و مکان رحمتہ للعالمین حضور سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے منور ہوا ہے۔ ہر ذی علم و فضل اور صاحب بصارت و بصیرت میں اپنی حسب استعداد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت پہچاننے کی سب سے اہم کامیابی کو کوشش کی ہے۔ اور اس جستجو میں عمر میں ختم ہو گئی ہیں لیکن حضور اقدس کو کلی طور پر جاننے اور پہچاننے کی منزل بہت دور ہے۔ جس تک پہنچنے کی راہ بہت طویل ہے اور یہ راستہ کبھی ختم ہونے والا ہی نہیں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ سمرندی قدس سرہ جیسی ہستی بھی عجز کے ان الفاظ پر اکتفا کر جاتی ہے۔ من خدا بآن مے شناسم کہ خداے محمد است (صلی اللہ علیہ وسلم) اس راستہ کے چلنے والے جس قدر بھی راستہ چلتے ہیں اور منزلیں طے کرتے ہیں۔ اپنے عجز و بیاضیاتی اور بے بسی کا احساس اور ادراک بڑھتا چلا جاتا ہے۔

رہبر و راہ محبت میں تھک جانا راہ میں لذت صحرا نوروی دوری منزل میں ہے

تکمیل ہدایت اور ختم رسالت۔ نبوت وہی ہے محض اللہ کا دین ہے۔ جو کسب و کوشش سے کبھی ہاتھ نہیں لگی۔ اللہ کریم جبل ذات گرامی کو اس نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرماتا ہے تو نور نبوت کا خمیر اس کی طبیعت اور فطرت میں دوایت کر دیتا ہے۔ مشیت ایزدی اور حکمت الہی حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عالم کی ہدایت کا پیغام بر بنایا۔ اور مکمل ترین شریعت اور ہدایت عطا فرمائی۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے انبیاء اور رسولوں کا سلسلہ ختم کر دیا۔ اور ہدایت کے اس آفتاب کو ہمیشہ کے لئے روشن کر دیا۔ یہاں تک محشر پیا ہو جائے۔ آسمان وزمین پھٹ جائیں۔ اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ ستارے ٹوٹ پڑیں۔ اور عالم کون و مکان کی کایا پلٹ جائے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی دلیل اور معجزہ قرآن مجید موجود ہے اور موجود رہیگا۔ جبکہ اس کی حفاظت کا ذمہ وار خود خالق کون و مکان ہے۔ اِنَّا فَخْرٌ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَآلِھِا فَاظِنُونَ (قرآن مجید) اور ہمیشہ ہر زمانے میں قرآن کا دعویٰ موجود ہے۔ فَاَقْبِلْهُ سُوْرَةً مِّنْ مِّثْلِهٖ۔ نبوت اور رسالت کا اختتام معجزہ اور ہدایت کے اہم ترین ثبوت ہے

میں اُس پیغمبر عالی وقار کے قسوں ہے جس کی ختم نبوت کا معجزہ قرآن

عظمت رحمۃ للعالمین - حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی میں ہر موقع پر آپ کے افعال و اقوال سے آپ کی غیر معمولی حکمت، تدبیر فہم و فراست اور ضبط و عزم کا اظہار ہوا۔ اور آپ کی ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے علم و معرفت کے دریائے بڑے۔ آپ کی زبان گوشت و فشاں نے جو راہیں علم و حکمت کی کھودی ہیں۔ اہل علم و فضل اور ارباب بصارت و بصیرت عجز و انکساری۔ ان پر چلنا۔ اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں۔ تمام عالم کی بڑی سے بڑی شخصیتوں میں یہ امتیاز صرف رحمۃ للعالمین کا ہے۔ آپ کی حیات پاک سوانحی اور سیرت اطہر مکمل محفوظ اور موجود ہے۔ آپ کی سیرت کا ایک حصہ خود قرآن نے محفوظ کر دیا اور باقی اصاویش کی صورت میں قابل اعتماد راویوں اور محدثین نے جمع کر کے مدون کر دیا ہے۔

رحمۃ للعالمین کی عصمت - جیسا کہ سطور بالا میں عرض کیا جا چکا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی بشریت کا خمیر کبھی جدا کا نہ اعلیٰ اور ارفع ہے کہ جس کے بنا پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ بالکل معصوم ہیں ان سے ارتکاب صنائر و کبائر محال ہے۔ تبلیغ رسالت اور اشاعت دینی میں ان کی عصمت قطعی ہے۔ جس میں کسی کو بھی کلام نہیں ہو سکتا۔ اگر دیگر امور میں بہ تقاضائے بشریت کبھی کسی موقع پر سہو رائے ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ان کو متنبہ کر دیتا ہے۔ اور اس پر بھی وہ قائم نہیں رہتے۔ کیونکہ ان کی بشریت بھی انتہائی درجہ اعلیٰ و ارفع ہے۔

بل ہو کا لیا قوت بین حجر

محمدؐ لبشر لا کا لبشر

سرور دو عالم خاتم النبیین کا آخری اسوہ حسنہ - حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب رفیق اعلیٰ سے وصال کے لئے تیار ہو رہے تھے تو آپ نے جنابہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا عائشہ! کھریں کچھ موجود ہے؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نور نظر نے جواب دیا کچھ نہیں آپ نے مکم دیا۔ کہ جاحتمندوں میں تقسیم کر دو۔ میں اپنے مالک سے اُس حالت میں ملنا چاہتا ہوں کہ جس حالت میں اُس نے مجھے بھیجا تھا۔

اطاعت رسول عین اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے
 مَنِ اطَاعَ الرَّسُولَ فَقَدْ اطَاعَ اللَّهَ - جس نے رسول کی اطاعت کی پس اُسی ہی نے اللہ کی اطاعت کی۔
 اللہ تعالیٰ اہل شانہ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو خود اپنی اطاعت فرمایا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی جو اطاعت جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ماسوا ہو۔ وہ ہرگز اللہ جل سبحانہ کی اطاعت نہیں ہو سکتی۔ بلکہ دوسرے موقع پر اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی شکایت کی ہے۔ جو ان دو اطاعتوں میں فرق کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔ یُرِیْدُ وَنْ اَنْ یُّقَرَّ قَوْمِیْنَ اللّٰہُ وِرَسُولُہٗ وَیَقْبُوْلُوْنَ اَوْمِنْ بَعْضُ وُ
مُکَفِّرٍ یُّبْسُ وِیُرِیْدُ وَنْ اَنْ یُّنْجِیْ وِیْنِیْنَ اِلَیْکَ سَبِیْلًا اُولَئِکَ هُمُ الْکَافِرُوْنَ حَقًّا
قرآن فہمی اور تربیت اخلاق کے لئے تعلیمی سیرت کی ضرورت۔ قرآن مجید کی تعلیم کو صحیح طور پر
سمجھنے اور اس کے مطابق عملی زندگی بنانے کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی تعلیم لازمی ہے۔
کیونکہ قرآن ایک تعلیم ہے۔ اور جس کا عملی نمونہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہے۔ لَقَدْ کَانَ
لِکُمْ فِی رَسُوْلِ اللّٰہِ اَسْوَا حَسْبَہٗ دَرَقَانِ مجید جب حضرت عائشہ صدیقہ رض سے پوچھا گیا کہ اس صاحب
خُلُقِ عظیم کا اخلاق کیا تھا؟ فرمایا کہ کان خُلُقِہُ الْقُرْآنُ (حدیث) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق دیکھنا
ہے تو قرآن دیکھو۔ اس کتاب مرقوم کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نازل مجتہم ہیں۔ اور اس کے عملی نمونہ کی ایک نوح محفوظ
حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے کہ حضور کا ارشاد گرامی ہے۔ لَا یُؤْمِنُ اَحَدٌ کُمْ حَتّٰی

اَکُوْنَ اِحْبَبَ اِلَیْہِ مِنْ وَالِدَہٗ وَوَلَدٍ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ۔

جو شخص جی تم میں سے مجھ کو اپنے باپ بیٹے اور تمام مخلوق سے زیادہ عزیز نہ رکھتا ہو صحیح معنی میں ایماندار نہیں۔ لہذا
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو نشان عقیدت و محبت لیا خلاص کی ضرورت ہے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے اخلاق و صفات اور سیرت کی تعلیم سے ہی پیدا ہو سکتی ہے۔

پس لازمی ہے کہ ہم دعویدارانِ سلام خود اور اپنے بچوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ صحیح
حالات زندگی اخلاق و صفات کی تربیت کی تعلیم دے کر فاسق و فاسقہ کو اللہ کا فیض شوق اور دلورہ پیدا کریں
جو ایک مسلم اور مومن کا اصلی مائے فیض ہے اور ذریعہ نجات ع
خدا سرور سے توبہ اور اسے تیری نالہ پریشان کا۔

دارالہ میں سرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامات ہے

سرخ نشان ○ آئینہ ماہ کا رسالہ بذریعہ وی۔ پی۔ ارسال ہوگا جس
کے قارئین اخبارات سے بچنے کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ مینی آرڈر
بھیجیں۔ خریداری منظور نہ ہو تو اطلاع دیں۔ خدا دا وی۔ پی۔ واپس فرما کر ایک
اسلامی ادارہ کو ناحق نقصان نہ پہنچائیں۔ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر
کا حوالہ ضرور دیں۔

(علامہ حسین صیغری)